بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلیدِ جنّت

نقش قدم پہ شہ کے۔ ہر قوم چل رہی ہے

دنیا کی رفتہ رفتہ حالت بدل رہی ہے (حیدر)

مرثیہ کی تعریف کیا ہے؟ اور مرثیہ گوئی کی مختصر تاریخ کیا ہے؟

مرثیہ وہ صنف شاعری ہے جس میں مرنے والے کے اوصاف بیان کر کے
اُس کی وفات غمگیں اور اندوہ گیں الفاظ میں نظم کی جاتی ہے۔

اُردو ادب میں مرثیہ کی بڑی اہمیت ہے۔ کیونکہ ہندوستان میں مرثیہ
نے اُردو زبان ہی میں جنم لیا اور اُس سے اُردو زبان کی خوب ترقی ہوئی۔
مرثیہ کی ابتدا محمد علی قطب شاہ۔ بادشاہ چہارم۔ خاندان قطب شاہی
نے دکھن میں کی تھی۔ اس طرح مرثیہ کا آغاز سولہویں صدی کے آخر میں یا
سترویں صدی کے شروع میں ہوا تھا۔ ازاں بعد بہت سے مرثیہ گو دکھن۔
دہلی اور لکھنؤ میں ہوئے اور مرثیہ گوئی کی برابر ترقی ہوتی رہی۔ ابتدا میں
مرثیہ کا ہر بند چار مصرعوں کا ہوتا تھا۔ لیکن میر ضمیر مرحوم اُستاد مرزا دبیر مرحوم
نے مرثیہ کا ہر بند چھ مصرعوں کا کر دیا اور یہی مسدس کی صورت اب تک چلی آئی
ہے۔

خدائے سخن میر ببر علی انیسؔ مرحوم و آفتاب سخن مرزا سلامت علی دبیرؔ مرحوم نے مرثیہ میں وہ مضامین شامل کر دیئے جن سے مرثیہ رزمیہ نظم ہو گیا۔ مرثیہ میں حسب ذیل عناصر داخل ہو گئے:۔

چہرا۔ رخصت۔ ہیرو کی میدان جنگ میں آمد۔ جنگ شہادت اور شہید پر گریۂ و زاری۔

میں نے بھی اپنے مرثیوں میں اُمور بالا کا خاص طور پر خیال رکھا ہے۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ ناظرین ان مرثیوں کے مطالعہ کے بعد میرے لیے دعائے خیر فرمائیں گے۔

میں یہ مختصر مضمون "گلہائے عقیدت" پر ختم کرتا ہوں:۔

"گلہائے عقیدت"

میں ان عقیدت کے پھولوں کا گلدستہ تیار کر کے نہایت ادب اور احترام سے حضرت امام حسین علیہ السّلام کی خدمت میں پیش کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ امام عالی مقام میرے اس حقیر ہدیہ کو ضرور قبول فرمائینگے۔

احقر

سیّد محمد حیدر عقیدؔر

ایڈووکیٹ

"علی کاٹیج" ۴۔ وزیر گنج۔ لکھنؤ

نوٹ:۔ یہ مراثی بلا قیمت تقسیم ہوں گے۔ ۱۰ مارچ ۱۹۷۶ء

در حال حضرت امام حسین
علیہ السلام

ع

رتبے میں سب سے افضل و اعلا حسینؑ ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رتبے میں سب سے افضل و اعلیٰ حسینؑ ہیں　　علم و رضا و صبر کا دریا حسینؑ ہیں
عرشِ بریں پہ مثلِ ثریا حسینؑ ہیں　　اور فاطمہؑ کی آنکھ کا تارا حسینؑ ہیں

ہر شئے میں یوں تو شانِ خدا کا ظہور ہے
لیکن حسینؑ اصل میں خالق کا نور ہے

آدمؑ سے مرتبہ میں بھی بہتر حسینؑ ہیں　　یاقوت ہیں، عقیق ہیں گوہر حسینؑ ہیں
قوت میں شیرِ حق کے برابر حسینؑ ہیں　　اسلام کے جہاز کا لنگر حسینؑ ہیں

تھراتا ان کے خوف سے رستم ہے قبر میں
پوشیدہ ڈر سے ہوتا ہے خورشید ابر میں

دنیا میں بیکسوں کا سہارا حسینؑ ہیں　　دریائے علم و فیض کا دھارا حسینؑ ہیں
ختمِ رسل کی آنکھ کا تارا حسینؑ ہیں　　عالم میں روشنی کا منارا حسینؑ ہیں

امداد کا حسینؑ سے کرتا ہے جو سوال
مشکل کو دور کرتا ہے مشکلکشا کا لال

خورشیدِ آسماں سے بھی روشن حسینؑ ہیں　　طاقت میں بیگو اور تہمتن حسینؑ ہیں
خوشبو بسی ہے جس کی وہ گلشن حسینؑ ہیں　　ہر عظم اور ارادے میں آہن حسینؑ ہیں

جل جائے جسکو دیکھیں قہر کی نگاہ سے
ہل جائیں آسماں و زمیں انکی آہ سے

یہ وہ حسینؑ ہے جو شہ مشرقین ہے　　ان کا پدر ہی فاتح بدر و حنین ہے
زہراؑ کی جان ہے دلِ احمدؐ کا چین ہے　　ہر شخص پر بکا و محن فرض عین ہے

مشکل میں شاہ کرب و بلا کام آئیں گے
اور دوستوں کو روز جزا بخشوائیں گے

زیرِ زمیں چھپا چکے اصغرؑ کو جب حسینؑ رخصت کو آئے خیمہ میں پھر شاہِ مشرقین
بولے ہر ایک بی بی سے کیوں کر رہی ہو بین زاری سے قبر میں بھی نہ آئے گا مجھکو چین
رخصت کرو کہ وقت نہیں ہے کلام کا
کیا ہوگا میرے بعد نبی کے خیام کا
زینبؑ بلائیں لیکے یہ بولیں کہ میں نثار تشریف رکھیں چند منٹ آسماں وقار
لے آؤں آپ پاس اُسے شاہِ نامدار غش میں پڑی ہے بچی نہیں ہے اُسے قرار
بھیا بہن فدا اُسے سمجھا کے جائیے
تشنہ جگر کو سینہ سے لپٹا کے جائیے
یہ کہہ کے لائیں گود میں بچی کو شہ کے پاس شبیرؑ اُسکو دیکھ کے بیحد ہوئے ہراس
بچی کی زندگی کی نہیں پائی کوئی آس آنکھیں تھیں بند رکنے کو تھی جلد اسکی سانس
حالِ سکینہؑ دیکھ کے رونے لگے حسینؑ
رخسارِ پاک اشکوں سے دھونے لگے حسینؑ
فرمایا شہ نے اے میری پیاری اٹھو اٹھو ماں کر رہی ہے گریہ و زاری اٹھو اٹھو
مرنے کی آئی اب میری باری اٹھو اٹھو اکبار دیکھو شکل ہماری اٹھو اٹھو
جاتے ہیں رن کو اب نہیں خیمہ میں آئینگے
بیٹی کو اپنی حشر میں صورت دکھائینگے
لپٹی پدر سے کھول کے آنکھیں وہ تشنہ لب بولی کہ جان جاتی ہے بن پانی ہے غضب
کیوں آپ رن کو جاتے ہیں اسکا ہو کیا سبب جانے نہ دونگی آپ کو میں شاہِ دیں اب
للہ اب نہ لیجئے میداں کا آپ نام
پانی مجھے پلائیے جلدی شہِ انام

شہ بولے بیٹی میرے مددگار مر گئے　　پانی نہ آیا اور علمدار مر گئے
قاسم شہید ہو گئے غمخوار مر گئے　　دل کا سرور اکبرؑ جرار مر گئے

ہم بھی شہید ہوئینگے پانی نہ پائینگے
کوثر پہ جا کے پیاس ہم اپنی بجھائینگے

بالیں پہ آئے عابدؑ بیمار کے حسینؑ　　بیہوش تپ میں دیکھا پڑا ہے وہ نور عین
آنسو بہا کے کہنے لگے شاہ مشرقین　　ہوشیار ہو کہ آئے زرا میرے دل کو چین

جاتا ہوں رن میں نور نظر سر کٹانے کو
امت رسول پاک کی بس بخشوانے کو

عابدؑ نے عرض کی میرے عمو کہاں گئے　　ان کو یہاں بلائے جلدی جہاں گئے
شہ بولے قتل وہ ہوئے سوئے جناں گئے　　اور ان کے بعد اکبر شیریں زباں گئے

اب ہم ہیں بیٹا اور ہو تم سب گذر گئے
ہم رہ گئے تڑپتے وہ غمخوار مر گئے

عابدؑ نے عرض کی میری تلوار لائیے　　بستر سے مجھکو دیکے سہارا اٹھائیے
کی عرض شہ سے آپ نہ میداں کو جائیے　　ہو جاؤں قتل میں تو لہو میں نہائیے

بیمار گو ہوں سر کو کٹاؤں گا میں ضرور
میداں میں جا کے خوں میں نہاؤنگا میں ضرور

ساقط جہاد تم پہ ہے بولے یہ شاہ دین　　زینبؑ نے جھک کے چاند سے رخ کی بلائیں لیں
کہنے لگیں کہ حال ہے کیا تیرا مہ جبیں　　آتے ہیں غش بخار کی شدت ہے نازنیں

امت کا کام بنے دو جانے دو آپ کو
تاخیر ہو رہی ہے نہ اب روکو باپ کو

نکلے حرم سرا سے جو شبیرؑ نامدار　　زینبؑ نے کی مدد تو ہوئے اسپ پر سوار
براق بن گیا شہ والا کا راہوار　　چلایا پیک آتا ہے حیدرؑ کا یادگار
بس خاتمہ قریب ہے اب فوج شام کا
روکے گا کون وار علیؑ کی حسام کا

چھیڑی لگام شہ نے اشارا بھول ہی گیا　　مثل نسیم صبح چلا۔ اسپ باوفا
پریاں بھی پیچھے رہ گئیں اسطرح وہ اڑا　　پہونچا۔ پلک جھپکتے میں رن کو وہ باد پا
کیا ساتھ دیتی برق بھلا ذوالجناح کا
بیٹا سوار جس پہ ہو۔ شیر الٰہ کا

سمٹا۔ تھما اڑا ادھر آیا ادھر گیا　　ٹاپوں سے ناریوں کو وہ پامال کر گیا
کشتوں کے پشتے لگ گئے مرکب جدھر گیا　　پھیری نظر جدھر شہ دیں نے ادھر گیا
تھا فوج میں یہ غل کہ کدھر جائیں کیا کریں
جائیں بھی جدھر بس ادھر جائیں کیا کریں

فوجوں کو روندتا ہوا سن سے نکل گیا　　جھونکا ہوا کا تھا جو چمن سے نکل گیا
چمکا مثال برق وہ بن سے نکل گیا　　دم بزدلوں کا فوج کے تن سے نکل گیا
گھائل ہزاروں ہو گئے ٹاپوں کے وار سے
پیدل سے تھا نہ خوف آسے نہ سوار سے

چمکار کر فرس کو یہ فرمایا شاہ نے　　گھیرا ہے تم کیوں مجھے تیری سپاہ نے
مجھکو زباں چھائی۔ رسالت پناہ نے　　تعلیم جنگ دی مجھے شیر الٰہ نے
ہٹ جاؤ۔ سرکو بھاگو نکل جاؤ دور ہو
آتے ہو میرے منھ پہ عجب بے شعور ہو

چاہوں اگر تو ختم ہو لشکر ترا تمام — ہم کون ہیں یہ جانتے سب ہی ہیں خاص و عام
کوئی نہ پھر بچے گا کھنچی جس گھڑی حسام — باقی نہ ابنِ سعد رہے گا نہ یہ خیام
ہے برق یہ حسام جلا دیگی فوج کو
اور راستہ سقر کا دکھا دیگی فوج کو

آئے مقابلہ کو مرے جو دلیر ہو — ماہر ہو جنگ میں بھی اور ہمت میں شیر ہو
رکھتا سمجھ ہو عقل میں اُسکی نہ پھیر ہو — آنے میں اور لڑنے میں مجھ سے نہ دیر ہو
کس طرح جنگ کرتا ہے مجھ ناتواں سے
تلوار تولے آئے مقابل میں شان سے

نکلا پرے سے جنگ کو ایک پیلتن جواں — رستم جو اُسکو دیکھے تو گوشہ میں ہو نہاں
پہنے ہوئے تھا دوہری زرہ بر میں پہلواں — لنگر سے رو سیاہ کے مرکب تھا نیم جاں
غرہ سپہ گری کا تھا اُس بد خصال کو
رستم کو کچھ سمجھتا نہ تھا اور نہ زال کو

ساقی نامہ

امداد کا ہے وقت کہاں ساقیا ہے تو — ہے تیرے دید کی مجھے بچپن سے آرزو
مل جائے کوئی جام تو بڑھ جائے آبرو — لہجہ تھا کس کا جب ہوئی احمد سے گفتگو
معراج میں گیا نہ تھا کوئی نبی کے ساتھ
بتلا دے تو ہی پردے سے نکلا تھا کس کا ہاتھ

زوجِ بتول و ساقیِ کوثر سے مجھکو کام — جانِ رسول و دین کے رہبر سے مجھکو کام
شیرِ خدائے قاتلِ انتر سے مجھکو کام — دستِ خدائے نفسِ پیمبر سے مجھکو کام
دنیا کی مئے سے کام نہیں ساقیا مجھے
روزِ ازل کھنچی تھی جو مئے وہ پلا مجھے

اہلِ ولا کی بزم میں آنا ہے تیرا کام رندوں کو اپنے بادہ پلانا ہے تیرا کام
اور غافلوں کو ہوش میں لاتا ہے تیرا کام راہِ نجات انکو دکھاتا ہے تیرا کام
آئے نظر جو مہر تو کس طرح کل پڑے
جوشِ طرب میں رند کے آنسو نکل پڑے

وہ شئے ہے جس کو پیتے تھے خوش ہو کے انبیا سرمست جس سے رہتے تھے ہر وقت مصطفا
سبطِ نبی نے حکمِ خدا سے جسے پیا یہ مل گئی جسے اُسے بس مل گیا خدا
مثلِ حسینؑ پی کے جو سرشار ہو گیا
دونوں جہاں کا مالک و مختار ہو گیا

پی سکتا کون شاہ کے مانند ایسی مئے ملتی ہے یہ اُسے جو رہِ حق میں جان دے
جتنا ہو ظرف اتنی ہی ملتی ہے بے کہے تھوڑی سی پی کے خضر دریا میں ہیں جیئے
پیتے ہیں اسکو مہدیِ دیں کائنات میں
پوشیدہ راز ہے یہی اُن کی حیات میں

ایمان اُس کا بڑھتا ہے پیتا ہے جو اسے بڑھکر نہیں ہے اس سے زمانہ میں کوئی شئے
دل میں خدا کا نور بڑھے معرفت بڑھے پینے سے اس کے عرشِ بریں پر نبی گئے
معراج میں نبی سے علیؑ کب جدا ہوئے
محبوب وہ ہوئے تو یہ دستِ خدا ہوئے

جلوہ پری کا شیشہ میں آئے نظر مجھے کم ہو نشہ نہ جس کا وہ صہبا مجھے ملے
مجھکو پلائے جام مرے ساقی تو بے کہے عوض ہو کے میری رگوں میں یہ مئے بہے
الفت میں تیری دل مرا دیوانہ ہو گیا
تو وہ ہے جس کا کعبہ زچہ خانہ ہو گیا

دے جلد ساقیا مجھے کوثر کا کوئی جام — تیرے ہی وصف میں مری ہوتی ہے صبح و شام

دنیا کی بادہ تیرے غلاموں پہ ہے حرام — اتنی پلا دے آج کہ ہو جائے تیرا نام

پڑھتا رہوں میں نزع کے وقت کلمۂ نبی

جب روح تن سے نکلے زباں پر ہو یا علیؑ

جنگ

پہنچے میں ہم رہے وہاں آ پہونچا وہ لعیں — نیزا لیے تھا ہاتھ میں اُلٹے تھا آستیں

گھوڑا قریب لا کے یہ بولا وہ بد یقیں — شمشیر سے مری کوئی اب تک بچا نہیں

تھراتا میرے خوف سے رستم ہے سام ہے

دو کرنا ایک وار میں بس میرا کام ہے

چنگھاڑ کے بیرن میں پکارا وہ بد زباں — ساونت مجھ سا آج زمانہ میں ہے کہاں

نعرا کروں تو ہلنے لگیں ساتوں آسماں — دشمن کے دل کو چھید دے وہ ہے میری سناں

طاقت یہ میں نے پائی ہے مادر کے شیر سے

بچتا نہیں ہے کوئی جواں میرے تیر سے

فرمایا شہ نے گھوڑا بڑھا سامنے تو آ — اپنی سپہ گری کے ہنر کچھ ہمیں دکھا

بڑھ کر ہمارے سینہ پہ نیزا ذرا لگا — اور وار ہم پہ کرنے کو گرز گراں اٹھا

ہم بھی تو دیکھیں کرتا ہے تو جنگ کس طرح

اک وار میں تو ہوتا ہے بے رنگ کس طرح

گھوڑا بڑھا کے نیزا لگایا شریر نے — تلوار سے قلم کیا حق کے امیر نے

بولا شقی کہ توڑے ہیں دل مرے تیر نے — سب کاٹے ہنس کے ابنِ شہِ قلعہ گیر نے

ناکامیوں سے ٹوٹ گیا دل لعین کا

جھک جھک کے پوچھتا تھا ہوا یقین کا

فصاحت

غصہ میں لعین نے تلوار میان سے ۔ بڑھکر لگائی سر پہ بڑی آن بان سے
تھی برق جو چمک کے گری آسمان سے ۔ رد کر دیا امام نے وہ وار شان سے
پھر شاہ دین نے وار کیا اس ہنر کیساتھ
اک ہاتھ تن کے ساتھ گرا ایک سر کے ساتھ

چلائی فوج دیو کو مارا امام نے ۔ کیا خوب جنگ کی ہے شہ تشنہ کام نے
تعریف شاہ کی سپہ روم و شام نے ۔ گھبرا دیا ہر ایک کو شہ کی حسام نے
بھگدڑ پڑی سپاہ میں سرور کے وار سے
کہتے تھے پیارے جانیں بچا ؤ سوار سے

آئی صدا علیؑ کی کیا وار بے مثال ۔ پہونچا گشت میں وہ بد آئیں و بد خصال
اس پیاس میں یہ جنگ یہ ہمت اور یہ جلال ۔ اور بدر بنیا ڈر سے ترے ہو گیا ہلال
امت نجات پائے یہ حق سے دعا کرو
وعدہ کیا تھا تم نے جو اس کو وفا کرو

حکم علیؑ سے روک لی شبیرؑ نے حسام ۔ فرمایا آئے قتل کرے مجھکو فوج شام
امت کے بخشوانے کا ہے مجھ پہ فرض عام ۔ دن بھی تمام ہو گیا ہونے کو اب ہے شام
یہ عبد جلد جائے گا معبود کے قریں
سر کاٹ کے چڑھائے گا نیزے پہ شمر کیں

یہ کہکے شہ کو گھیر لیا فوج شام نے ۔ کچھ بھی اثر کیا نہ محمدؐ کے نام نے
دریا کی سمت دیکھا شہ تشنہ کام نے ۔ کھائے ہزاروں زخم نہ کی اف امام نے
سنبھلا گیا نہ بیکس و مضطر سے زین پر
پڑتے ہی گرز گھوڑے سے آئے زمین پر

قتلِ امام کے لیے ہر بد یقین بڑھا خونی بڑھا نمیر بڑھا اور حصین بڑھا
اور سب سے پہلے فوج سے شمر لعین بڑھا تلوار تولے اُلٹے ہوئے آستین بڑھا

کاٹا سرِ حسینؑ قیامت بپا ہوئی
آئی صدا فلک سے یہ کیسی جفا ہوئی

خیمہ کے پاس آیا جو اسپ وفا شعار تھا خون میں بھرا ہوا روتا تھا زار زار
زینبؑ یہ رو کے بولیں ہوا کیا ترا سوار زندہ ہیں یا شہید ہوئے شاہ نامدار

آتا ہے غش مجھے میرا قابو میں دل نہیں
کیا بات ہے جو خوں میں بھری ہے تری جبیں

گھوڑا پکارا قتل ہوئے شاہ تشنہ کام پایا نہ مرتے وقت بھی پانی کا ایک جام
افسوس کاٹا تن سے لعیں نے سرِ امام تھا وقت ذبح اُمت عاصی کا لب پہ نام

آندھی چلی ہر اک کو ہوا حشر کا گماں
کانپی زمین ہلنے لگے ساتوں آسماں

زینبؑ یہ سنکے سینہ و سر پیٹنے لگی اتنے میں پاس اُن کے سکینہؑ بھی آگئی
چلائی رو کے کیا ہوا فرمائیے پھوپی بولیں کہ قتل شاہ ہوئے روتے ہیں علیؑ

سرور کے غم میں صبر مجھے آئے کسطرح
مقتل سے لاش بھائی کی اٹھوائے کسطرح

ہے ہے شہید ہو گئے بھائی میں کیا کروں زہراؑ کے گھر پہ آئی تباہی میں کیا کروں
تقدیر نے یہ شکل دکھائی میں کیا کروں تا حشر ہو گئی ہے جدائی میں کیا کروں

جیتی رہی میں اور بھرا گھر ہوا تمام
اب خیموں کے جلانے کو آتی ہے فوج شام

رو کر سکینہؑ بولی میرے بابا آیئے
بے چین کب سے ہوں مجھے صورت دکھایئے
سینہ سے اپنے بیٹی کو آ کر لگایئے
تشنہ جگر کے حال پہ اب رحم کھایئے
جینا مرا محال ہے بن دیکھے آپ کے
خوش ہو کے بیٹھوں زانو پہ پھر اپنے باپ کے

حیدر قلم کو روک خدا سے یہ کر دعا
بر آئے جلد بہر علیؑ اُس کا مدعا
جب تک جیئے وہ کرتا رہے فرض یہ ادا
اور وہ غم حسینؑ میں روتا رہے سدا
دل کیوں نہ مطمئن ہو ہمارا حسینؑ سے
بخشش کا حشر میں ہے سہارا حسینؑ سے

مرثیہ

در حال حضرت ابوالفضل العباس

علیہ السلام

ع

لاش قاسمؑ کی نظر آئی تو تیور بگڑے

۷۸۶

یا علیؑ مدد

مرثیہ در حال حضرت ابوالفضل العباسؑ

لاش قاسم کی نظر آئی تو تیور بگڑے — سرخ چہرا ہوا عباس دلاور بگڑے
شہ نے بھائی سے کہا کیوں مرے انور بگڑے — عرض کی کیسے نہ یہ بیکس و مضطر بگڑے
اب رضا دیجئے لشکر کو بھگا دوں جاکر
اور مزا کافروں کو خوب چکھاؤں جاکر

شجاعت

میں بھی دیکھوں تو ذرا ہیں یہ بہادر کتنے — فوج کفار میں شامل ہیں ستمگر کتنے
زخم کھاتے ہیں میری تیغ کا تن پر کتنے — مجھ سے لڑنے کے لیے آتے ہیں افسر کتنے
برق شمشیر جلا دیگی انھیں اکدم میں
راہ دوزخ کی دکھا دیگی انھیں اکدم میں

لینا عوض ہے ہر اک ناصر و یاور کا مجھے — لینا عوض ہے ابھی حرؑ دلاور کا مجھے
لینا عوض ہے ابھی عون کا جعفر کا مجھے — لینا عوض ہے ابھی قاسم مضطر کا مجھے
حوصلے تیغ کہے گی میرے چل کر نکلے
خون کو چاٹ لیا تب میرے جوہر نکلے

اب نہیں سرور دیں صبر کا یارا مجھکو — کوئی قاسمؑ سے نہ تھا دہر میں پیارا مجھکو
قتلِ انصار ہو کس طرح گوارا مجھکو — مرگِ قاسم نے تو بے موت ہی مارا مجھکو
دیجئے جلد رضا اب شہ والا مجھکو
قعرِ ذلت سے بچا لیجئے آقا مجھکو

شہ نے فرمایا بجا کہتے ہو عباس جری — جو تمہاری ہے وہی دیکھو ہے حالت میری
جنگ کے واسطے اتنی نہ کرو تم جلدی — باری آئے گی میرے بعد تمہاری بھائی

تم علی کی ہو نشانی میں رضا دوں کیونکر
دل کی حالت جو ہے میں تم کو دکھاؤں کیونکر

گر کے قدموں پہ جری بولا رضا مل جائے — مشک بھر لاؤں جو حضرت کی دعا مل جائے
ظلم ڈھانے کی لعینوں کو سزا مل جائے — اپنے اعمال کا پھر ان کو مزا مل جائے

آج اس طرح ہو میداں میں سروں کی بارش
دیکھے سب فوج بیاباں میں سروں کی بارش

شہ لڑنے کی اجازت نہیں دیتے

شہ نے عباس کو چھاتی سے لگا کر یہ کہا — خیمہ میں جا کے سکینہ سے ہو رخصت بھیا
اس کا دم پیاس سے ہے بھائی لبوں پر آیا — پانی مل جائے تو دم اس کا ٹھہر جائے ذرا

لے کے مشکیزہ علم نہر پہ جاؤ بھائی
اور بچوں کے لیے پانی بھی لاؤ بھائی

شاہ کے حکم سے پھر خیمہ میں عباس گئے — سر جھکائے ہوئے سب بیبیوں کے پاس گئے
دیکھتے اپنی بھتیجی کو چپ و راس گئے — گود میں لینے سکینہ کو بصد یاس گئے

دیکھا اس پھول کو مرجھاتے تو دل تھام لیا
پاک اشکوں کو کیا جبر سے بھی کام لیا

گود میں لے کے سکینہ کو کہا غازی نے — لا دو اک مشک ہمیں جاتے ہیں پانی بھرنے
کون آتا ہے بھلا دیکھوں تو مجھ سے لڑنے — جو بھی آئے گا اجل بولے گی آیا مرنے

ایک ہی وار میں دو ہو کے گرے گا ظالم
سگِ ناپاک کے مانند مرے گا ظالم

لیکے مشکیزہ علم خیمہ سے نکلا یاور دیکھا شہ رُوتے ہیں تھامے ہوئے ہاتھوں سے کمر
عرض کی لاتا ہوں دریا سے میں پانی جاکر میری اس کام میں امداد کرینگے حیدر

پانی آجائے جو خیمہ میں تو کام ہو جائے
اور سقائے سکینہ میرا نام ہو جائے

ملاحظہ ہو

کہہ کے یہ بیٹھا وہ گھوڑے پہ بہادر جرار بیگ نے جا کے کہا فوج شقی سے ہوشیار
آتا ہے جنگ کو وہ جو ہے علیؑ کا دلدار شبیر سے کر سکے گا کون بھلا آنکھیں چار

ہو بہو شکلِ علیؑ ابنِ ابی طالبؑ ہے
رستم و سام و نریمان پہ بھی غالب ہے

دیکھو چمکا وہ علم آگیا وہ شیر جری بزدلوں جان بچانی ہو تو بھاگو جلدی
مثل صرصر ہے رواں اسپ کی دیکھو تیزی آکے میدان میں پکارا وہ دل و جان علیؑ

تم نے قاسمؑ کو کیا قتل بڑا کام کیا
بزدلو مار کے بچہ کو بڑا نام کیا

شجاعت

تم میں جو سب سے بہادر ہو پہلوان نکلے لے کے وہ تیغ و سپر گرز نریمان نکلے
سمجھے جو وافعتاً موت کو آساں نکلے ایک ہی ضرب میں میری نہ کہیں جاں نکلے

میری تلوار سر بانیٔ شر کاٹتی ہے
اور پھر لے کے مزے خونِ عدو چاٹتی ہے

یہ سخن سنکے چلا شیر سے لڑنے اک بیل ہنس کے عباسؑ نے فرمایا کہ بیدین سنبھل
ہو نہ مغرور بہت اور نہ نخوت سے اُچھل میان سے تیغ لے اور قعرِ مذلت سے نکل

تیغ سے جنگ میں کیا تجھ سے کروں گا ظالم
دیکھنا نیزے ہی سے تجھ سے لڑوں گا ظالم

ساقی نامہ

جنگ اب ہونے کو ہے دیر نہ کر اے ساقی　　میں فدا تجھ پہ ہوں دے جلد مجھے مے ساقی
ثنا اس کی کروں ہے یہ عجب شے ساقی　　ہاتھ میں جام ہے اور تجھ پہ نظر ہے ساقی
جام مل جائے تو فوجوں کی صفائی لکھوں
سیر ہو جائے طبیعت تو لڑائی لکھوں

جو مجھے روز ازل تو نے پلائی تھی شراب　　پھر اسے پینے کو دل میرا بہت ہے بیتاب
میں نے کس کس سے طلب کی نہ ملا کوئی جواب　　نام حیدر جو لیا آیا مدد کو وہ شتاب
کوئی دنیا میں نہ امداد کو میری آیا
میں نے جس وقت پکارا میرا ساقی آیا

جونہی آیا ہوا وہ اسی مے کا میخوار　　پی کے یہ مے ہوئے روز ازل آدم سرشار
جس نے پی اس پہ برسنے لگے حق کے انوار　　ایسی مے سے رہے سرشار رسول مختار
سب ہوئے خلق تیرے ناز اٹھانے کے لیے
آئے وہ پینے کو تو آیا پلانے کے لیے

دے وہ مے جو تری خوشبو سے بسی ہوئی ساقی　　تیری نظروں میں کر چلتا ہوا جادو ساقی
دوش پر کتنے بھلے لگتے ہیں گیسو ساقی　　میری آنکھوں میں سمایا ہے فقط تو ساقی
سب ہی مل جائے اگر تیری نظر ہو جائے
دل ہو مسرور شب غم کی سحر ہو جائے

خضر و الیاس اسی مے سے ہیں زندا اب تک　　مہدی دیں کا اسی مے سے ہے پردا اب تک
سر پہ میخواروں کے رحمت کا ہے سایا اب تک　　اپنے خالق کا کیا کرتے ہیں سجدا اب تک
بارھویں رہبر دیں کو جو ملی ہے زیادا
حشر تک فضل خدا سے وہ رہینگے زندا

مدح عباسؑ سے انجام یہ حیدرؑ ہوگا مرتبہ بو ذرؓ و سلماںؓ کے برابر ہوگا
بوجھ عصیاں کا اگر چہ مرے سر ہوگا میری بخشش کے لیے فاتح خیبر ہوگا
دل نہ کیوں شاد ہو ہر طرح کا آرام ملا
دست ساقی سے جو کوثر کا مجھے جام ملا

جنگ

اس طرح اپنی ثنا کرنے لگا بانئے شر چھید دوں نیزے کی اک طعن سے رستم کا جگر
آئے سہراب بھی مقابل میرے لڑنے کو اگر دست فولاد سے میں چھین لوں شمشیر و سپر
مثل بجلی کے سر شمر پہ تلوار رہے
خاک پر سر گرے اور خون کی اک دھار بہے
جوڑ کر تیر کماں میں یہ پکارا وہ شریر ہاں ذرا روک تو عباسِ علی میرا تیر
ہنس کے فرمایا جری نے تیری حالت ہے حقیر نیزے پہ روکا نہ غازی نے اٹھائی شمشیر
اڑ گئے ہوش لعیں کے دل مضطر تڑپا
ساتھ ہی دل کے جگر اس کا برابر تڑپا
غیض میں آیا شقی اور بڑھایا اسوار سر پہ غازی کے گیا گرز کا بیدین نے وار
شیر نے نیزے سے روکا نہ اٹھائی تلوار گرز کو چھین لیا پیچھے ہٹا بدکردار
بولے عباسؑ جری کھینچ لے تلوار لعیں
اور کر جسقدر تو کر سکے پھر وار لعیں
میان سے کھینچ کے تلوار لگائی سر پر روکا عباسؑ نے وہ وار لعیں نیزے پر
بیتیرے لاکھ بدلتا رہا وہ بانئے شر زخم آیا نہ کوئی شیر جری کے تن پر
چھین لی بڑھ کے علمدار نے شمشیر لعیں
گرز بھی چھین گیا بے کار گئے تیر لعیں

صلواۃ

فوج کی سمت چلا جان بچانے کے لیے   کہا عباسؑ نے کیا آیا تھا جانے کے لیے
بہ تن ہو لوش تھا بس تیرا دکھانے کے لیے   آیا تھا جنگ کو نیزا میرا کھانے کے لیے

دیکھیے موت کا کیا اچھا قرینہ نکلا
نیزۂ شیرِ جری توڑ کے سینہ نکلا

نہر کی سمت علمدار نے موڑا رہوار   یوں بڑھا جیسے اسد کرتا ہے آہو کا شکار
ہو گئی سادی زمیں دشت کی ٹاپوں سے نگار   دیکھ کے شیر کو لڑنے کو بڑھے نا ہنجار

برق کی طرح چلا نہر کی جانب گھوڑا
اور راکب کا اشارہ ہی اسے تھا کوڑا

کبھی چلتا ہے نسیم سحری کی صورت   کبھی بڑھ جاتا ہے درد جگری کی صورت
ہر طرف اڑتا ہے میداں میں پری کی صورت   دلیں معشوق کی ہے عشوہ گری کی صورت

کر کے پامال صفیں چین نہیں لیتا ہے
اپنی ٹاپوں سے لعینوں کو کچل دیتا ہے

تیز چلتا ہے یہ دریا کی روانی کی طرح   آگ برساتا ہے دشمن پہ یہ پانی کی طرح
فوج کو روندتا ہے دشمن جانی کی طرح   پھر پلٹتا ہے زلیخا کی جوانی کی طرح

نہ تو ڈر شیر کا اسکو نہ کسی شاہ کا
ہے فرس اُس کا جو بیٹا اسد اللہ کا ہے

پہونچا دریا پہ علمدار اڑا کر رہوار   آئی ٹھنڈی جو ہوا رو دیا علیؑ کا دلدار
تشنگی بچوں کی یاد آئی ہوا سفینہ فگار   مشک پانی سے بھری اور ہوا گھوڑے پر سوار

خیمۂ شہ کی طرف شیر بڑھا نسلِ علی
روکنے آگئی اُس شیر کو سب فوج شقی

تیغ کی تعریف

یوں چلی تیغ اُڑے جس طرح ناگن سن سے جو بڑھا فوج سے سر اڑ گیا اُس کا تن سے
نہ رکی ڈھال سے وہ اور نہ رکی جوشن سے تیر تک بھاگ گئے خوف سے اسکے بن سے

کہتے تھے اہلِ ستم کیسی بلا آئی ہے
تیغ کی شکل میں جاں لینے قضا آئی ہے

گہہ ہی گاہ بڑھی گاہ رکی گاہ چلی کہتی ہے کاٹ میری دیکھے ذرا تیغ علیؑ
اُس کا رتبہ ہے بڑا عرش سے ہے وہ آئی دنگ ہو جائے اگر دیکھ لے میری تیزی

ایک ہی وار میں میں دس کو فنا کرتی ہوں
دل سے عباس دلاور کی ثنا کرتی ہوں

برق کی طرح چمکتی ہوں میں تیور ہیں کڑے پہلواں قتل ہوں سامنے جو آ کے لڑے
بھاگے میداں سے وہی تام تھے جن بانکے بڑے میری پرچھائیں بھی بھولے سے کسی پر نہ پڑے

میں چلی سن سے جدھر سمجھے کہ ناگن آئی
میرے باعث ملک الموت کی بھی بن آئی

قتل کر دو کو گیا آ گئے وہاں لڑنے چار شور تھا مشک نہ لے جائے علی کا دلدار
سامنے آتے نہ تھے کرتے تھے سب پشت سے وار نخل کی آڑ سے نوفل نے لگائی تلوار

ہو گیا قطع علمدار کا دہنا بازو
بائیں بازو میں لیا تیغ کو اور مارے عدو

دوسرا ہاتھ بھی شانے سے جدا ہو کے گرا آنکھ پر تیر بڑا گرزِ گراں سر پہ پڑا
گھوڑے سے شیرِ جری آہ زمیں پر آیا دی صدا جلد خبر لیجئے میرے آقا

آپ سے ہوتا ہے اب جلد یہ رخصت خادم
اور کرنے کو ہے دنیا سے یہ رحلت خادم

سنکے بھائی کی صدا تھام لی سرور نے کمر لے چلو جلد ہمیں لاش پہ بیٹا اکبر
کہہ دو خیمہ میں سکینہ کو نہ ہو اس کی خبر سن لیا اس نے تو مر جائے گی میری دختر

با وفا تشنہ جگر مر گیا بھائی ہے ہے
اس سے پہلے ہمیں کیوں موت نہ آئی ہے ہے

نہر پر بیٹے کے ہمراہ شہ دیں آئے ساتھ ہی شاہ ہدا دست بریدہ لائے
لپٹے عباسؑ سے شہ اور یہ سخن فرمائے ہم تو زندہ رہے تم مر گئے بھائی ہائے

زندہ تم رہتے تو بیکس کی اٹھاتے میت
اپنے ہاتھوں سے لحد میں بھی لٹاتے میت

شہ کی آواز سے عباس کو کچھ ہوش آیا بولے اکبرؑ سے وصیت ہے یہ تم سے بیٹا
خیمۂ شاہ میں لیجانا نہ میرا لاشا مجھکو آتی ہے بہت پیاری سکینہ سے حیا

ہوگا ہر حال میں اس بات کا صدمہ اسکو
مر گیا میں نہ ملا پانی کا قطرہ اسکو

شہ نے فرمایا کرو کوئی وصیت بھائی مجھ میں اب صبر کی باقی نہیں طاقت بھائی
کہہ دو بھائی مجھے ہے تم سے یہ حاجت بھائی زندہ رہنے کی نہیں اب کوئی صورت بھائی

بھائی کہتے ہی علمدار نے دم توڑ دیا
بولے شبیر کہ تم نے بھی ہمیں چھوڑ دیا

تھا سکینہ کا بیاں عمو کو لاؤ بابا میں تصدق انہیں دریا سے بلاؤ بابا
رحم اس تشنہ جگر بچی پہ کھاؤ بابا چاند سی شکل مجھے ان کی دکھاؤ بابا

ورنہ میں بھائی کے ہمراہ چلی جاؤں گی
ہوں گے گر مجھ سے خفا میں تو منا لاؤں گی

میرے عمو سے یہ کہئے گا کہ آئیں جلدی   رحم اس تشنہ جگر بچی پہ کھائیں جلدی
پیار سے گود میں وہ مجھکو بٹھائیں جلدی   چاند سی شکل مجھے اپنی دکھائیں جلدی

دم نکلتا ہے میرا جان بچا لیں عمو
اپنے سینہ سے مجھے آ کے لگا لیں عمو

بین کے بانی سکینہ کے تھا کہرام بپا   شہ نے فرمایا کرو صبر میری ماہ لقا
چھوڑ کے ہم کو سوئے خلد سدھارا سقا   چھین لی نہر مگر شیر نے پانی نہ پیا

ایسے دنیا میں وفادار کہاں ہوتے ہیں
یاد آتی ہیں وفائیں تو بہت روتے ہیں

سنکے یہ ہو گئی بیہوش سکینہ پیاری   شہ نے زینبؑ سے کہا اب ہے ہماری باری
زخم کس سے کہوں جو دل پہ لگا ہے کاری   دیکھ کر حال سکینہ کا ہیں آنسو جاری

موت آ جائے تو ہو غم سے رہائی زینبؑ
زندہ میں رہ گیا اور مر گئے بھائی زینبؑ

ختم کر مرثیہ ہیں گریاں کناں اہل عزا   دیتے ہیں حیدرِ صفدر کو پسر کا پرسا
تھا وفادار جری ختم تھی غازی پہ وفا   بھری مشکیزہ مگر نہر سے پانی نہ پیا

ہوتے ہیں ایسے زمانہ میں وفادار کہاں
ایسے ہوتے ہیں بہادر کہاں جرار کہاں

اب قلم روک لے عنید رکہیں گریاں مومن   کرتے ہیں سینہ زنی اور ہیں نالاں مومن
اپنی بخشش کا عرض کرتے ہیں ساماں مومن   ہیں علمدار شہ دیں کے ثناخواں مومن

اپنے خادم کی مدد کرنے کو آنا عباسؑ
ہر مصیبت سے اسے آ کے بچانا عباسؑ

مرثیہ

درحال حضرت ابوالفضل العباس

علیہ السلام

مطلع

شکل و صورت میں تھے عباسؑ خد و خال علیؑ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱

شکل و صورت میں تھے عباسؑ خد و خال علیؑ — اور تیور سے عیاں شوکت و اجلال علیؑ
وہی افعال تھے ان کے جو تھے افعال علیؑ — بھائی نے دیکے علم دیدیا اقبال علیؑ
خوف سے کانپتے تھے سب کہ دلیر آتا ہے
غل تھا ہر صف میں یہی بھاگو کہ شیرؑ آتا ہے

۲

قتل قاسمؑ جو ہوئے شبیرؑ کے تیور بگڑے — بولے عباسؑ کسی کا نہ مقدر بگڑے
ہم نے مانگی جو رضا مرنے کی ہمشیر بگڑے — نظریں نیچی کئے ہم سے علیؑ اکبرؑ بگڑے
ہے یہ اکبرؑ کی تمنا کہ سناں خود کھائیں
اور خود شاہ یہ چاہتے ہیں کہ مرجائیں

۳

سنی زینبؑ نے جو عباسؑ علیؑ کی تقریر — اشک بہنے لگے در آئے جگر میں سو تیر
آئی بھائی کے قریب بولی یہ رو کر دلگیر — تم کو سو در سے دلادیگی رضا یہ ہمشیر
جوش الفت میں گرے قدموں پہ عباسؑ جری
لیکے اس شیر کو زینبؑ سوئے شبیرؑ چلی

۴

پاس شبیرؑ کے آکر یہ کہا خواہر نے — ان کو رنجیدہ کیا آپنے اور اکبرؑ نے
جانے دیجئے میری خاطر سے انھیں اب مرنے — خیر بہتر ہے یہ فرمایا شہ صفدر نے
تھی یہ امید کہ بھائی میرے کام آئینگے
قتل ہو جاؤں گا جب میں تو یہ دفنائینگے

۵

جوڑ کر ہاتھ جری بولا بحل ہو تقصیر — سب عنایت ہے بہن کی جو ملی یہ توقیر
روح یوں جسم میں ہے جیسے ہو زنداں میں اسیر — پانی لاتا ہوں ابھی نہر سے اے کل کے امیر
تشنگی بچوں کی آقا نہیں دیکھی جاتی
اور طبیعت کسی صورت نہیں تسکیں پاتی

۶

لپٹی عباسؑ سے یہ کہہ کے سکینہؑ پیاری | پیاس سے جان نکلنے کو ہے غش ہے طاری
آپ جاتے ہیں کہاں؟ کیسی ہے یہ تیاری؟ | پانی لے آؤں جری بولا ہے کوشش ساری

بی بی مشکیزہ ہیں دو کہ نہر بھر جائیں
اور پھر جلد تمہارے لیے پانی لائیں

۷

لیکے مشکیزہ علم شیر جو میداں کو چلا | بولے شہؑ ہم سے بغل گیر تو ہو لو بھیا
بھائی کس طرح کہوں دل کا میرے حال ہے کیا | تم نے میرے لیے عباسؑ بہت رنج سہا

تم نہیں جاتے ہو گویا میری جاں جاتی ہے
کان میں رونے کی اماں کے صدا آتی ہے

۸

اے میرے شیر دلاور تمہیں پاؤں گا کہاں | اے میرے مونس و یاور تمہیں پاؤں گا کہاں
اے میرے زینتِ لشکر تمہیں پاؤں گا کہاں | اے وفادار برادر تمہیں پاؤں گا کہاں

رن کو جاتے نہیں تم بھائی کو موت آتی ہے
تیرے جانے سے میری سانس رکی جاتی ہے

۹

جھک کے تسلیم کی شہؑ کو ہوئے گھوڑے پہ سوار | ہیک نے جا کے کہا فوجِ شقی سے ہوشیار
جنگ کو آتا ہے اب تم سے علیؑ کا دلدار | مشک کاندھے پہ ہے تلوار لیے ہے جرار

شیر ہے شیر علیؑ ابنِ ابی طالب ہے
فتح کہتی ہے کہ کل فوج پہ وہ غالب ہے

تعریفِ اسپ

۱۰

شیر کی آنکھ ہے تیزی میں ہرن ہے گھوڑا | اور راکب کا اشارہ ہی انسے ہے کوڑا
رہ گئی پیچھے ہوا جوں ہی یہ سرپٹ دوڑا | نہر کو دیکھ کے فوراً ہی ادھر رخ موڑا

دیکھ کے اس کی سمجھ خوش ہوئے عباسؑ علیؑ
آ گئی چار میں گھوڑے کی غضب کی تیزی

۱۱
کبھی چلتا ہے نسیم سحری کی صورت — کبھی بڑھ جاتا ہے درد جگر کی صورت
ہر طرف اڑتا ہے میداں میں پری کی صورت — اس میں معشوق کی ہے عشوہ گری کی صورت
کر کے پامال صفیں چین نہیں لیتا ہے
اپنی ٹاپوں سے لعینوں کو کچل دیتا ہے

۱۲
تیز چلتا ہے یہ دریا کی روانی کی طرح — آگ برساتا ہے دشمن پہ یہ پانی کی طرح
فوج کو روندتا ہے دشمن جانی کی طرح — پھر پلٹتا ہے زلیخا کی جوانی کی طرح
نہ تو ڈر شیر کا اسکو نہ کسی شاہ کا ہے
ہے فرس اُس کا جو بیٹا اسد اللہ کا ہے

تلوار کی تعریف

۱۳
جو بڑھا فوج سے سر اُڑ گیا اُس کا تن سے — یوں چلی تیغ اُڑے جس طرح ناگن سن سے
سر کی ڈھال سے یہ اور سر کی آہن سے — شیر تک بھاگ گئے خوف سے اسکے بن سے
کہتے تھے اہل ستم کیسی بلا آئی ہے
تیغ کی شکل میں جاں لینے قضا آئی ہے

۱۴
آ کے میداں میں پکارا یہ دل و جان علیؑ — تم نے قاسمؑ کو کیا قتل بڑے تم ہو جری
پہلواں آئے مقابل کو جو ہو تم میں قوی — کہہ کے یہ پڑھنے لگا جوش میں وہ ناد علیؑ
پہلواں رعب سے اُس شیر کے تھرانے لگے
بزدلے دور سے مینہ تیروں کا برسانے لگے

۱۵
یا علیؑ کہہ کے بڑھے میان سے کھینچی تلوار — اور کرنے لگے بیدینوں پہ بڑھ بڑھ کے وار
جس طرف جاتے تھے یہ بھاگتے تھے ناہنجار — سامنے آئے اگر دو تو ہوئے تیغ سے چار
یہ لڑائی کا طریقہ ہے شہ خیبر کا
سامنا کون کرے شیر ہے یہ حیدر کا

۱۶

اتنے میں آیا نظر سب کو سنہرا پرچم — کرنیں پڑتی تھیں جو سورج کی چمکتا تھا علم
کہتے تھے خوف سے گھبرائے ہوئے سب اظلم — فتح پا سکتے نہیں بھائی جو عباسؑ سے ہم

سر سے پا تک وہ مرقع ہے شہِ خیبر کا
سامنا آج اسی شیر سے ہے لشکر کا

۱۷

سرخ رو ہو گئی وہ چاٹ کے دشمن کا لہو — پھر بھی سب کہتے ہیں معشوق کی آنکھیں ہے خو
شیر کی طرح سے پہونچ جاتی ہے پاتے ہی بو — اسکی تیزی کو پہونچتا نہیں کوئی آہو

ہنس کے کہتی ہے میں عصیاں سے بری رہتی ہوں
خون کو چاٹ کے مقتل میں ہری رہتی ہوں

۱۸

فوج سے بولا جری جاتا ہوں پانی بھرنے — تم میں سے کوئی بھی آتا نہیں مجھ سے لڑنے
اب وہ ہم کرتے ہیں جو کام ہمیں ہے کرنے — لو سوئے نہر میں جاتا ہوں مہم سر کرنے

گھیر لو چار طرف سے مجھے لڑ کر روکو
ہو جو ہمت تو ذرا شیر کو بڑھ کر روکو

۱۹

اُتر کے ساحل پہ فرس آیا تو خود سر بھاگے — خوف سے سینکڑوں میدان سے ٹل کر بھاگے
بھاگنے میں جو گرے خوف سے اٹھکر بھاگے — جو سمجھدار تھے گھوڑوں پہ وہ چڑھکر بھاگے

موت کہتی تھی کہاں جاتے ہو ٹھہرو ٹھہرو
دیکھوں کس طرح اماں پاتے ہو ٹھہرو ٹھہرو

ساقی نامہ

۲۰

لیجئے نہر پہ عباسؑ جری جاتا ہے — شیر بپھرا ہوا غصہ میں نظر آتا ہے
نشہ کم ہوتا ہے پیکش کا تو گھبراتا ہے — نام ساقی ہے زباں پر یہی چلاتا ہے

جام مل جائے تو فوجوں کی صفائی لکھوں
سیر ہو جائے طبیعت تو لڑائی لکھوں

۲۱

پھول دے جس میں ترے عشق کی ہو بو ساقی — چین آتا نہیں مجھکو کسی پہلو ساقی

جام دینے کو مجھے بھر رہا ہے تو ساقی — نکلے آتے ہیں خوشی میں میرے آنسو ساقی

مئے پیوں نشہ چڑھے زور قلم بڑھ جائے

دل میں میرے نشۂ دلگیر کا غم بڑھ جائے

۲۲

میں لڑکپن سے تری چاہ میں ہوں دیوانہ — ہے نظر تیری طرف ہاتھ میں ہے پیمانہ

پورا ہی جاؤں جو مل جائے تیرا میخانہ — مئے الفت سے تیری ہو گیا ہوں فرزانہ

کیا عجب تیری عنایت سے شرف مجھکو ملے

میں جو دنیا سے اٹھوں ارض نجف مجھکو ملے

۲۳

ہر ادا تیری میرے دل کو کچھ ایسی بھائی — کہ ہوا جوش میں بچپن سے ترا شیدائی

پوچھتا ہے میری الفت کی جو تو گہرائی — کیا کہوں میری سمجھ میں نہیں اب تک آئی

رود الفت میں میری احمریں بادہ نکلے

کیا عجب کوثر و تسنیم سے زیادہ نکلے

۲۴

مئے وہ دے جس میں بسی ہو تیری خوشبو ساقی — تیری نظریں ہیں کہ چلتا ہوا جادو ساقی

دوش پر کیسے بھلے لگتے ہیں گیسو ساقی — میری آنکھوں میں سمایا ہے تو ہی تو ساقی

سب ہی مل جائے اگر تیری نظر ہو جائے

دل ہو مسرور شب غم کی سحر ہو جائے

۲۵

جسکو ملتی ہے یہ مئے وہ ہیں خوشی سے پیتے — خضر و الیاس اسے پی کے ہیں اب تک جیتے

یہ بھلا دیتی ہے دن رنج و الم کے بیتے — دیکھ سکتے نہیں جو آنکھیں ہیں اپنی سیتے

بارھویں رہبر دیں کو جو ملی ہے زیادا

حشر تک مہدیٔ دین نبی ہو رہیں گے زندا

۲۶

مدحِ عباسؑ سے انجام یہ میرا ہوگا   سر پہ رحمت کی گھٹا سایۂ طوبیٰ ہوگا
مرتبہ بوذر و سلماں سے زیادہ ہوگا   سامنے میرے درخشاں رخِ آقا ہوگا

کیوں نہ ہوں شاد کہ آرام ہی آرام ملا
دستِ ساقی سے جو کوثر کا مجھے جام ملا

۲۷

ہم تو پینے میں رہے پہونچا نہر پہ جرار   خوف سے بھاگتے تھے چھوڑ کے تیغیں کفار
خوں برستا ہے قیامت کے عیاں ہیں آثار   برق کی طرح چمکتی ہے جری کی تلوار

مسکرا کر کبھی اعدا کے گلے کاٹتی ہے
کافروں کا کبھی غصہ میں لہو چاٹتی ہے

۲۸

گہہ تھمی گاہ بڑھی گاہ رکی گاہ چلی   کہتی ہے کاٹ میری دیکھے ذرا تیغ علیؑ
اس کا رتبہ ہے بڑا عرش سے وہ اتری ہے   دنگ ہو جائے اگر دیکھ لے مری تیزی

ایک ہی وار میں میں دس کو فنا کرتی ہوں
دل سے عباسؑ دلاور کی ثنا کرتی ہوں

۲۹

برق کی طرح چمکتی ہوں میں تیوریں کڑے   پہلواں قتل ہوئے سامنے جو آ کے لڑے
بھاگے میداں سے وہی نام تھے جن کے بڑے   میری پرچھائیں بھی بھولے سے کسی پر نہ پڑے

میں چلی سن سے جدھر سمجھے کہ ناگن آئی
میرے باعث ملک الموت کی بھی بن آئی

۳۰

جو میرے سامنے آیا اسے مارا میں نے   کاٹا ہے سامنے جنگل جو تھے سارا میں نے
بھاگ جائے نہ کیا یہ بھی گوارا میں نے   اپنے مالک کا اگر پایا اشارا میں نے

ایک ہی ضرب میں سر کاٹ کے مرکب کاٹا
اور ہنس ہنس کے لہو دونوں کا میں نے چاٹا

٣١

اک اشارا جو کیا نہر میں اُترا رہوار　　دُور سے چیختے تھے بزدل و بیدیں کفار
آئی ٹھنڈی جو ہوا دل ہوا غازی کا فگار　　بھر کے مشکیزہ نکل آیا نہر سے جرار
دیکھا پھر شیر کی چتون سے صفِ لشکر کو
خیمۂ شہ کو کبھی دیکھا کبھی سرور کو

٣٢

جانب خیمہ چلا شہ کا دلاور بھائی　　گھیرنے شیر کو سب فوج سمٹ کر آئی
جب کٹے بازو تو مجبور ہوا شیدائی　　مشک پر تیر لگا سینہ پہ برچھی کھائی
گر کے گھوڑے سے کہا آیئے آقا جلدی
سانس اکھڑی ہے خبر لیجئے مولا جلدی

٣٣

شہ نے سر زانو پہ رکھکر کہا بھائی چونکو　　میرے عباسِ جری میرے فدائی چونکو
شیر کو بھاگئی دریا کی ترائی چونکو　　شاق ہے مجھکو بہت تیری جدائی چونکو
تم تو جنت کو سدھارے ہمیں بے آس کیا
تم نے یہ کام نہ اچھا میرے عباسؑ کیا

٣٤

لیکے مشکیزہ علم خیمہ میں آئے سرور　　رو کے زینبؑ سے کہا مر گیا میرا یاور
زخم جو دل پہ لگا ہے وہ دکھاؤں کیونکر　　جلد اب ہمکو بھی دنیا سے اٹھالے داور
مر گیا تھا جو میری آنکھ کا تارا بھائی
ہم یہیں رہ گئے جنت کو سدھارا بھائی

٣٥

دیکھ کے مشک و علم بولی سکینہ رو کر　　بے چچا کے کہو اماں میں جیونگی کیونکر
رو رہے ہیں کھڑے بیتابی میں بھائی اکبر　　دل سنبھلتا نہیں اب پیٹتی ہوں اپنا سر
میرے عمو کو کوئی جلد بلا دے اماں
ان کی صورت کوئی للّٰہ دکھا دے اماں

۳۶

کہہ کے یہ سینہ لگی پیٹنے وہ دل افگار — ماں نے سمجھایا بہت پر اُسے آیا نہ قرار
پاس جاتی ہوں اُسی کے ہے جو سب کا غمخوار — کہہ کے یہ خیمہ سے نکلی وہ تڑپ کر اکبار

بولی ماں جاتی ہو کیا پیاس بجھانے کیلئے
بولی وہ جاتی ہوں عمو کو منانے کیلئے

۳۷

کہہ کے یہ خیمہ سے میداں کو چلی تشنہ جگر — اشک آنکھوں سے رواں ہاتھ میں چھوٹا ساغر
آکے بچی کے قریں بولے یہ رو کر سرور — کٹ گئے بازو چچی کے گیا سوئے کوثر

مشک پہ تیر پڑا بہہ گیا سارا پانی
ہائے بچوں کو میرے پیاس میں مارا پانی

۳۸

گود میں لیکے سکینہ کو شہ دیں آئے — دیکھا روتی ہیں بہن خاک پہ گردن کو جھکائے
شاہ دیں بیٹھ گئے پاس سخن لب پہ بلائے — جلد اب خالق اکبر ہمیں دنیا سے اٹھائے

بھائی عباس سے کیوں موت نہ آئی افسوس
دیکھتے رہ گئے ہم مرگیا بھائی افسوس

۳۹

دیکھا سر پیٹتی ہے زوجۂ عباس جری — کہتی ہے تم گئے فردوس کو میں زندہ رہی
مجھکو دنیا میں نہیں ہائے سہارا کوئی — سامنے والی کے کیوں موت نہ مجھکو آئی

تم جہاں سے گئے فردوس بسانے کے لیے
اور ہم رہ گئے یاں ٹھوکریں کھانے کے لیے

۴۰

میرے سرتاج مجھے پاس بلا لو جلدی — آرزو دل میں میرے اب نہیں باقی کوئی
خاک پر غش میں ہے افسوس سکینہ پیاری — اور الفاظ ہیں لب پر یہی آنسو کے جاری

پانی دریا سے میرے واسطے لاؤ عمو
تشنگی مری بہت جلد بجھاؤ عمو

۱۴

بین سے بالی سکینہ کے ہے کہرام بپا
روتے ہیں اہل حرم پیٹ کے سر اور سینا
شہ نے زانو پہ بٹھا کے یہ سکینہ سے کہا
خواب میں آئیں گے اے بی بی تیرے پاس چچا
سنکے حیدر یہ سخن بچی کو غش آنے لگا
پھول وہ شاہ کی آغوش میں کمہلانے لگا

تمام شد

مرثیہ

درحال حضرت ابوالفضل العباس

علیہ السلام

طرح

قاسمؑ کی لاش لائے جو خیمہ میں شاہ دیں

مرثیہ در حال ابوالفضل العباس علیہ السلام

۱
قاسمؑ کی لاش لائے جو خیمہ میں شاہ دیں
بانو نے بڑھ کے چاند سے رُخ کی بلائیں لیں
لاشہ کے گرد پھر کے کہا با دل حزیں
تعظیم کو امام کی تم اُٹھتے کیوں نہیں
ہے نیند کیسی سوتے ہو کیوں بے خبر اُٹھو
بیکس چچا کے آج ہو سینہ سپر اُٹھو

۲
اس بین سے تھا خیمہ میں کہرام اک بپا
شبیر نے یہ چپکے سے عباسؑ سے کہا
للہ بھائی دو ہمیں مرنے کی تم رضا
اب ہم سے داغ اکبر مہرو نہ اُٹھے گا
اہل حرم کی لینا خبر میرے بعد تم
اور بیکسوں پہ رکھنا نظر میرے بعد تم

۳
قدموں پہ سر کو رکھ کے یہ بولا وہ با وفا
آقا غلام سے کبھی ایسا نہ ہوئے گا
پہلے مجھے جہاد کی دیجئے رضا
زندہ رہیں جہان میں ہم شکل مصطفےٰ
کس کس کے صدمے جان حزیں پر اٹھاؤں میں
قاسم کے بعد اب بھی نہ مرنے کو جاؤں میں

۴
رونے لگے یہ کہہ کے جو عباسؑ نامدار
بس آگیا حسینؑ کو باتوں پہ ان کی پیار
لپٹا کے اپنے سینہ سے باچشم اشکبار
فرمایا لاؤ نہر سے پانی وفا شعار
بن پانی حال غیر سکینہ کا بھائی ہے
بھر لاؤ مشک سامنے دیکھو ترائی ہے

۵
یہ سنکے دوڑا چہرہ عباس پر لہو
قسمت نے پوری کردی جو تھی دل کی آرزو
نزد سکینہ ہنستا ہوا آیا نیک خو
فرمایا مشک لاؤ بڑھے آج آبرو
پانی تمہارے واسطے دریا سے لائیں گے
اور اشقیا کو ہم ابھی جا کے بھگائیں گے

۶

مشکیزہ لائی دوڑ کے وہ اور یہ کہا — جلدی سے پانی میرے لیے لائیے چچا
سوزِ عطش سے دل بھی جگر بھی مرا جلا — اُٹھ جائے گی جہاں سے یہ اب غم کی مُبتلا

اصغر بغیر پانی کے کمہلایا جاتا ہے
رہ رہ کے اسکو جھولے میں غش آیا جاتا ہے

۷

عباسؑ نے سکینہ کو آغوش میں لیا — سوکھے لبوں پہ پیار سے مُنہ اپنا رکھ دیا
مشکیزہ لیکے ہاتھ میں آہستہ سے کہا — لاتے ہیں جا کے پانی جو قسمت میں ہے لکھا

تدبیر اور عمل سے نہیں ہم کو عار ہے
تقدیر پر کسی کو نہیں اختیار ہے

تہذیب خاندانِ رسالت

۸

رخصت سبھوں سے ہو کے وہ خیمہ سے جب چلا — زوجہ نے جھک کے پیچھے سے دامن پکڑ لیا
بولی اگر ارادہ ہے فردوس کا کیا — کیا بعد آپ کے یہ کرے غم کی مبتلا

دل پر جو تیر لگتے ہیں دکھلائے کس طرح
صاحب سے پہلے لونڈی یہ مرجائے کس طرح

۹

سمجھ کے کچھ اشارہ دل میں اسکو چلا جری — جلدی تھی جنگ کی تو نہ باتوں میں دیر کی
اکبر سے پھر یہ بات علمدار نے کہی — کرنا کمی نہ دیکھو حفاظت میں شاہ کی

تسلیم کر کے شاہ کو پھر باوفا چلا
دی بڑھ کے فوج شام کو یہ پیک نے صدا

۱۰

آتا ہے رن میں اب وہ جو شیرِ خدا کا شیر ہے — تنہا بھگا دے لاکھوں کو ایسا دلیر ہے
آنے میں یاں نہ حملہ میں غازی کے دیر ہے — سیدھا ہے راستہ نہ کجی ہے نہ پھیر ہے

دریا کو چھین لے یہ ارادہ جری کا ہے
چتون بتا رہی ہے کہ بیٹا علیؑ کا ہے

۱۱

اس شان سے چلا سوئے میداں علیؑ کا لال
کاندھے پہ مشک ڈاب میں شمشیر بے مثال
چار آنکھ اس سے کر سکے کوئی یہ کیا مجال
تیور علیؑ کے غیض وہی اور وہی جلال
تصویر ہو بہو ہے شہِ نامدار کی
ہے اس کی تیغ میں بھی چمک ذوالفقار کی

۱۲

زینت ارم کی جس سے ہے وہ پھول ہے یہی
دنیا میں کوئی کیا کرے اس کی برابری
پھیکی ہے اس کے سامنے مہ کی بھی روشنی
کیا تاب مہر کی جو کرے اس سے ہمسری
سقائے اہلبیت ہے کیا کم شرف ہے یہ
مشکلکشا کے لال کا در نجف ہے یہ

۱۳

چہرے کے نور سے ہوا روشن تمام بن
جنگل میں ڈر کے بھول گئے چوکڑی ہرن
لرزاں تھے شیر خوف سے اور کانپتا تھا تن
آمد سے اس ہزبر کی تھراد یا تھا رن
دہشت سے زہرے آب تھے فوج شریر کے
کیا منہ پہ آتے وہ پسرِ قلعہ گیر کے

۱۴

چھایا ہوا تھا خوف علمدار صف شکن
چھپ چھپ کے بھاگے جاتے تھے میداں سے تیغ زن
نامی جو پہلوان تھے بھولے تھے وہ ہی فن
ترکش بھی سب تھے خوف سے کھوئے ہوئے دھن
پشتِ فرس سے گرتے تھے ایسا ہراس تھا
دہشت تھی پیش پیش تو خوف آس پاس تھا

۱۵

(جنابِ عباسؑ کی آمد کا اثر)

رُخ کی ضیا سے نور خدا آشکار ہے
بلبل ہے خوش چمن میں پھر آئی بہار ہے
گل کیلئے وہ برق صفت بیقرار ہے
گہ شاخِ گل پہ اور کبھی گل پر نثار ہے
ارمان پورے کرتی ہے نزدیک و دور سے
مہکا ہے دشت خوشبوئے گیسوئے حور سے

۱۶

گاتی ہے گیت باغ میں بلبل بصد خروش　　گل کے لباسِ سرخ سے کچھ بڑھ گیا ہے جوش
نزہت چمن کی دیکھ کے جاتے رہے ہیں ہوش　　زینت بڑھا رہے ہیں جوانانِ سبزپوش
افشاں چُنی ہے گیسوئے سنبل میں دیکھئے
موتی ٹنکے ہیں ہر ورقِ گل میں دیکھئے

۱۷

انبار سے گلوں کے چمن لالہ زار ہے　　کل تک خزاں تھی آج سے دورِ بہار ہے
بلبل فراقِ گل میں بہت اشکبار ہے　　صیاد نے جو دیکھ لیا شرم سار ہے
اڑتی ہے شاخِ گل سے نظر باغباں یہ ہے
ہے جستجو کہ پھولوں کا بستر کہاں یہ ہے

حمد خدا

۱۸

کرتی ہے حمد خالقِ افلاک، وہ مہر و ماہ　　کر دیتا ہے گدا کو جو اک پل میں بادشاہ
اُس کا کوئی شریک جو سمجھے تو ہے گناہ　　دنیا بھی ہے تباہ اور عقبیٰ بھی ہے تباہ
تثلیث کا خیال ہی بیحد رکیک ہے
واحد ہے وہ وحید ہے وہ لاشریک ہے

۱۹

عالم کو جس نے کر دیا پیدا خدا وہ ہے　　تعریف جس کی کرتا ہے بندا خدا وہ ہے
اِسلام جس کو کرتا ہے سجدہ خدا وہ ہے　　کر دیتا ہے جو مُردے کو زندا خدا وہ ہے
توصیف اُسکی ہو سکے کامل محال ہے
گویا زبان اِس کے لیے بے مقال ہے

۲۰

خلاقِ مہر و ماہ و زمین اور آسماں　　پروردگارِ وحش و طیور اور انس و جاں
ہے ہر مکاں میں پھر نہیں اُس کا کوئی مکاں　　وہ کون سی ہے آنکھ جو دیکھے اُسے عیاں
ہر ایک کی زباں پہ حکایت ہے طور کی
موسیٰ بھی تاب لا نہ سکے جس کے نور کی

۲۱ زمین کی گردش

دل اُس کی جستجو میں پھرا ہے کہاں کہاں ڈھونڈا جہاں جہاں اُسے پایا وہاں وہاں
کن صنعتوں سے اُس نے بنایا ہے یہ جہاں قائم ہے بے ستون کے کیونکر یہ آسماں
گردش کا بھی زمیں کی نمایاں اثر نہیں
چل پھر رہے ہیں اُس پہ ذرا بھی خبر نہیں

۲۲

بس کہہ کے ہاں زباں سے جو توسن کو ایڑ دی میداں کو یوں چلا اُڑے جس طرح سے پری
راکب نے کوئی بات اشارہ سے گر کہی کیا اسپ تھا کہ ہو گئی فی الفور آگہی
میداں کو چھوڑ کر سوئے دریا روانہ تھا
راکب کا قصد اُس کے لیے تازیانہ تھا

۲۳

آئے جو رن میں حضرتِ عباسؑ نامور چمکا رکے فرس کو نظر کی اِدھر اُدھر
نعرہ کیا کہاں ہے چھپا سعد کا پسر نکلے مقابلہ کو ہمارے وہ خیرہ سر
جلدی کرے کہ دیر نہ ہو گی لڑائی میں
جانا ہمیں ہے لینے کو پانی ترائی میں

۲۴

یہ کہہ کے لی نیام سے شمشیر برق دم وہ اُس کی آب و تاب وہ جوہر وہ پیچ و خم
کشتے ہیں اُسکے لاکھوں نہیں ایک کا بھی غم جانِ عدو کیواسطے اس کی چمک ہے سم
نازک بھی خوش ادا بھی حسیں بھی اجل بھی
ہے دستِ شیرِ حق میں تو ہے بے عدیل بھی

۲۵

بجلی سی جس پرے پہ گری اُسکو کھا گئی اِس سمت کو ختم کر دیا اُس کو جلا گئی
اعدا کا خون دم میں زمیں پر بہا گئی ہر اک کو کج ادائی رکھائی دکھا گئی
تیزی پہ اُس کی حضرت عباسؑ ہنستے تھے
جتنا لہو وہ پیتی تھی جوہر نکلتے تھے

۲۶
آیا جو سامنے اُسے بے جان کر دیا　کاٹا جو سر تو موت کو آسان کر دیا
دوزخ میں جلد جانے کا سامان کر دیا　شمر و عمر کو سخت پریشان کر دیا
صورت میں گو پری تھی مگر بے پرو نگی تھی
سورج چمک رہا تھا یہ بارش مرو نگی تھی

۲۷
جب گھاٹ سے بھگا دیا سب فوجِ خام کو　دریا میں آتے ہے یاں سکینہ کے کام کو
مشکیزہ بھر کے یاد کیا تشنہ کام کو　گردن پھرا کے شیر نے دیکھا خیام کو
خیمہ کی سمت گھاٹ سے پھر وہ جری چلا
تلوار تولے کہتا ہوا یا علیؑ چلا

ساقی نامہ

۲۸
امداد کا ہے وقت کہاں ساقیا ہے تو　میکش کو تیری دید کی ہے کب سے آرزو
ہے دھوم تیرے خلق کی دنیا میں چار سو　بچہ تھا کس کا جب ہوئی احمد سے گفتگو
سب جانتے ہیں کوئی نہ تھا مصطفےٰ کے ساتھ
معراج میں بتا تو ہی نکلا تھا کس کا ہاتھ

۲۹
بہرِ خدا پلا دے مجھے بھر کے ایک جام　تیرے ہی وصف میں میری ہوتی ہے صبح و شام
بیٹھا ہوا ہوں دیر سے در پر میں تشنہ کام　اتنی پلا دے آج کہ ہو جائے تیرا نام
دل سے نکل کے خون نہ مرا چار سو بہے
دریائے مے رگوں میں بجائے لہو بہے

۳۰
پیتے تھے جس شراب کو خوش ہو کے انبیا　سرمست جس سے رہتے تھے ہر وقت مصطفےٰ
سبطِ نبی نے حکمِ خدا سے جسے پیا　بہ مل گئی جسے اُسے بس مل گیا خدا
مثلِ حسینؑ پی کے جو سرشار ہو گیا
دونوں جہاں کا مالک و مختار ہو گیا

۳۱

شُلِ حسینؑ کس نے زمانہ میں پی یہ مئے — مرتے جو راہِ حق میں اُسے ملتی ہے یہ مئے

جتنا ہو ظرف اُتنی ہی ملتی ہے بے کہے — تھوڑی سی پی کے آج تک الیاسؑ ہیں جیئے

پیتے ہیں اسکو مہدیؑ دیں کائنات میں

پوشیدہ راز ہے یہی اُن کی حیات میں

۳۲

پینے سے اس کے بڑھتا ہے ایمان ہر گھڑی — اس کے اثر سے آتی ہے خود دل میں روشنی

چکھنے سے اسکے ہوتی ہے ہر شئے کی آگہی — جوشِ طرب میں کہتا ہے ہر رند یا علیؑ

اُس کی وِلا سے دل مرا دیوانہ ہو گیا

کفرِ یلد کا جس کا نہ جیتہ خانہ ہو گیا

۳۳

جلوہ پری کا شیشہ میں ساقی دکھا دے آج — اُترے نہ نشہ جس کا وہ صہبا پلا دے آج

جتنی ہیوں پلا کے مسلسل جھکا دے آج — دستِ کرم سے فیض کا دریا بہا دے آج

پیاسا ہوں اس کا کام نہیں اور کام سے

سیراب کر دے مجھکو مئے لالہ فام سے

۳۴

دل کو ہے جستجو اُسی مئے کے زلال کی — جو ہو کھنچی ہوئی تیرے دستِ کمال کی

جلدی پلا کے اب نہیں فرصت مقال کی — لکھنا ہے جنگ فاتحِ خیبر کے لال کی

سر معرکہ یہ ہوگا جو نشہ چڑھا رہے

گھٹنے نہ پائے زورِ طبیعت بڑھا رہے

۳۵

دُنیا کی مئے سے کام نہ ساقی سے مجھکو کام — یہ بھی حرام پینا پلانا بھی ہے حرام

مل جائے یا علیؑ مجھے کوثر کا کوئی جام — رندوں پہ تیرا لطف و کرم ہے جہاں میں عام

وقتِ اخیر پڑھتا رہوں کلمۂ نبیؐ

جب رُوح تن سے نکلے زباں پر ہو یا علیؑ

۳۶

حملہ کیا وہ غازی نے بڑھ کر اِدھر اُدھر گرتے ہیں کٹ کے ناریوں کے سر اِدھر اُدھر
گھوڑے بھڑک کے گرتے ہیں اکثر اِدھر اُدھر دہشت سے بھاگتے ہیں ستمگر اِدھر اُدھر
خیمہ کی سمت شیرِ علیؑ بڑھتے جاتے ہیں
تیروں سے جھک کے مشکِ سکینہؑ بچاتے ہیں

۳۷

پوری ہوئی نہ ہائے تمنائے جاں نثار آتے تھے تیر جانبِ مشکیزہ بار بار
سوئے جری چلا بنِ ورقائے نابکار ماری لعیں نے ہاتھ پہ شمشیرِ آبدار
دستِ یمیں زمیں پہ گرا کٹ کے شانے سے
غافل ہوئے نہ مشکِ سکینہؑ بچانے سے

۳۸

افسوس دستِ چپ بھی کٹا گرز بھی پڑا مشکیزہ پر جو تیر لگا پانی بہہ گیا
اِس غم سے حال غیر علمدار کا ہوا پانی کے ساتھ ریتی پہ گھوڑے سے وہ گرا
دی یہ صدا کہ کام یہ آساں ہوگیا
آقا غلام آپ پہ قرباں ہوگیا

۳۹

سُنکر صدا یہ ہوگئے بیہوش شاہِ دیں خیمہ میں غم سے بیبیاں سر پیٹنے لگیں
اکبرؑ سے رو کے کہنے لگیں زینبؑ حزیں دریا سے لاؤ شیر کو اے میرے مہ جبیں
پیدا نہ ایسا بھائی زمانہ میں ہوئے گا
اُس کی وفا کو سن کے ہر اک شخص روئے گا

۴۰

آیا جو ہوش شاہ کو میدان کو چلے پیچھے پدر کے اکبرِ ہمدرد بھی ہو لئے
کہتے تھے شہ بچھڑ گئے سب نازوں کے پلے ریتی پہ دونوں ہاتھ علمدار کے ملے
ہاتھوں کو لے کے سینہ سے شہ نے لگا لیا
بہنے لگے جو اشک تو سر کو جھکا لیا

۴۱

آگے بڑھے تو شبر کا پُرخوں جسد ملا   بھائی کے سر کو زانو پہ شبیر نے رکھا
فرمایا آنکھیں کھول دو عباسِؑ باوفا   کی عرض خون آنکھوں پہ ہے میری جم گیا
شبیر نے عبا سے لہو پاک کر دیا
فرمایا تم نے میرے لیے بھائی سر دیا

۴۲

مُنہ رکھ کے مُنہ پہ بھائی کے کہنے لگے حسینؑ   کیوں پتلیاں پھراتے ہو اے میرے نورِ عین
کیا درد ہے جگر میں نہیں آتا دل کو چین   پھٹتا ہے قلب اہلِ حرم کرتے ہیں جو بین
آتے تھے پاس ہاتھوں کو تم جوڑتے ہوئے
کس طرح دیکھوں خاک پہ دم توڑتے ہوئے

۴۳

کیسے وفا بھلاؤں میں آرام جاں تری   پھٹتا ہے قلب دیکھ کے خاموشیاں تری
کیوں کر بُجھائے تشنگی یہ نیم جاں تری   دل پاش پاش کرتی ہیں یہ ہچکیاں تری
بھائی نثار یہ ابھی مرنے کے دن نہیں
بتیسواں ہے سال ابھی تم مسن نہیں

۴۴

تھا دل میں کچھ کہے شہِ دیں سے وہ باوفا   دردِ جگر سے شیر کا مُنہ زرد ہو گیا
لیں کروٹیں تو تن میں بھری خاکِ کربلا   کلمہ زباں پہ جاری ہوا دم نکل گیا
مُنہ رکھ کے شہ کے پاؤں پہ غمخوار مر گیا
چلّائے شاہ ہائے علمدار مر گیا

۴۵

مشک و علم کو لے چلے میداں سے پھر امام   خیمہ کے در پہ آ گئیں سیدانیاں تمام
شبیر نے بہن سے یہ رو کر کیا کلام   بھائی جہاں سے اُٹھ گئے لشکر ہوا تمام
دستِ اجل نے لے لیا ہم سے دلیر کو
کلثوم چھوڑ آئے ترائی میں شیر کو

۴۶

لپٹی علم سے زینبؑ دل خستہ سوگوار — مشکیزہ لیکے بولی سکینہ جگر فگار
تیرے سبب سے ہو گئے عمو مرے نثار — وہ کیا اُٹھے کہ اُٹھ گیا دُنیا سے میرا پیار

ہوتا نہیں یقین چچا جان مر گئے
نظریں تلاش کرتی ہیں عمو کدھر گئے

۴۷

اماں ہمارے عمو کو رن سے بُلائیے — بھائی خدا کیواسطے میداں کو جائیے
میرے چچا کو میری طرف سے منائیے — کہئیے سکینہ مرتی ہے خیمہ میں آئیے

دیکھا نہیں چچا کو تو دل بیقرار ہے
فرقت میں اُن کی میرا جگر داغدار ہے

۴۸

زیر علم تھے حضرت عباسؑ کے پسر — کرتے پھٹے تھے رُخ پہ یتیمی کا تھا اثر
ماں پر کبھی تھی اور کبھی شبیر پر نظر — گھبرا کے پیٹتے تھے کبھی سینہ گاہ سر

بے پانی دونوں غنچہ دہن نیم جان تھے
چہروں پہ گرد بے پدری کے نشان تھے

۴۹

چلاتی تھی یہ زوجۂ عباسؑ نامدار — دریا پہ قبضہ کر کے تمہیں آ گیا قرار
صاحب تمہارے غم میں ہے لونڈی جگر فگار — بالی سکینہ پیٹتی ہے سینہ بار بار

تم تو تڑپ تڑپ کے ترائی میں مر گئے
اور ہم سبھوں کو بیکس و بے آس کر گئے

۵۰

مجبور ہے یہ لونڈی وہاں آئے کس طرح — لاشہ تمہارا نہر سے اٹھوائے کس طرح
جو دل میں میرے زخم ہیں دکھلائے کس طرح — ان چھوٹے چھوٹے بچوں کو بہلائے کس طرح

جنت میں تم پہونچ گئے لونڈی کو چھوڑ کے
ہم رہ گئے جہاں میں ہر آس توڑ کے

۵۱

اے موت جلد آکہ نہیں دل کو اب قرار ہو زندگی میری جو نکل جائے جان زار

کرتی ہوں میں خدا سے یہی عرض بار بار دنیا کہے کہ مر گئی وہ تھی وفا شعار

شاید اسی طرح میرے دل کو قرار ہو

گر پائینتی تمھارے ہمارا مزار ہو

۵۲

حیدر قلم کو روک دعا یہ خدا سے کر بر آئے اس کا مدعا خلاقِ خشک و تر

توبہ زباں پہ ہر گھڑی عصیاں پر نظر مشکل میں کام آئینگے عباسِ نامور

کیسے کبھوں غلام کو وہ بھول جائیں گے

عباس اس کو روز جزا بخشوائیں گے

تمام شد

مرثیہ

حضرت علی اکبر علیہ السلام

ع

طالب کی تمنّا دل مطلوب سے پوچھو

یا علیؑ مدد

۱

طالب کی تمنا دلِ مطلوب سے پوچھو — کہتے ہیں کسے صبر یہ ایوبؑ سے پوچھو
عاشق کا تڑپنا دلِ محبوب سے پوچھو — یوسفؑ کی جدائی دلِ یعقوبؑ سے پوچھو
دل کو نہ قرار آتا تھا الفت میں پسر کی
تھی سامنے شکل آٹھ پہر نورِ نظر کی

۲

ہجرِ غمِ یوسفؑ میں تھا مضطر دلِ ناکام — آنسو تھے رواں آنکھوں سے غم میں سحر و شام
چلاتے تھے اے لال کہاں کرتے ہو آرام — یوسفؑ کا زباں پر تھا غرض آٹھ پہر نام
روتے تھے کبھی دیکھ کے بستر کو پسر کے
تکیوں سے لپٹتے تھے کبھی نورِ نظر کے

۳

آرام نہ گھر میں تھا نہ چین آتا تھا باہر — باحالِ پریشان وہ پھرا کرتے تھے در در
رہ گیروں سے کہتے تھے کبھی اشک بہا کر — میں کیا کروں ملتا نہیں یوسف میرا دلبر
کھوئے ہوئے فرزند کا للّٰہ پتہ دو
جی جاؤں مجھے گر میرے یوسفؑ سے ملا دو

۴

جاتے تھے کبھی شہر میں گہ جانبِ صحرا — گر اشک بہاتے تھے وہ جا کر لبِ دریا
تھا بحرِ رواں سے نظرِ دل کا اشارا — اتنا سا پتہ دے دے تو احسان ہو تیرا
کیا لختِ نظر میرا پسر تیرا مکیں ہے
گوہر وہ صدف میں تیرے پنہاں تو نہیں ہے

۵

رٹتے رہے برسوں جو اسی طرح پسر کو — راحت نہ ملی دل کو نہ چین آیا جگر کو
فرماتے تھے اب ڈھونڈوں کہاں رشکِ قمر کو — کی نذرِ بصارت بھی غرض نورِ نظر کو
اب نور نہ آنکھوں میں نہ طاقت ہے جگر میں
کرتے ہیں بکا آٹھ پہر یاد پسر میں

تھے گیارہ پسر اور۔ مگر دل تھا تڑپتا　　حسرت سے یہ کہتے تھے کہ یوسف میرا آجا
آقا کی مصیبت پہ کرو غور خدارا　　غربت میں ہوئے ظلم و ستم شاہ پہ کیا کیا

گو خاک پہ۔ اکبرؑ کو تڑپتے ہوئے دیکھا
پر سجدہ شکر۔ شاہ کو کرتے ہوئے دیکھا

گر سامنے یعقوبؑ کے۔ یہ واقعہ ہوتا　　فرزند کے سینہ پہ لگاتا کوئی نیزا
دل کو ہے یقین منھ سے کلیجہ نکل آتا　　فرزند کا دکھ۔ باپ سے دیکھا نہیں جاتا

یہ دیکھ کے ایوبؑ بھی رو دیتے الم سے
کیا صبر کیا۔ پوچھو۔ دل شاہ امم سے

ماں باپ سے اب اکبرؑ ذیشاں کی ہے رخصت　　یا باغ نبیؐ سے گل خنداں کی ہے رخصت
یا مصر سے اب یوسف کنعاں کی ہے رخصت　　یا جسم شہ دیں سے اب جاں کی ہے رخصت

مرجھاتا ہے وہ پھول۔ جو رونق تھا چمن کی
راس آئی نہ آب و ہوا اس پھول کو بن کی

اکبرؑ نے یہ کی عرض کہ اے شاہ مدینہ　　اب بعد چچا جان کے بیکار ہے جینا
طوفان میں ہے۔ اس گھڑی زہراؑ کا سفینہ　　ان ظالموں کو۔ آپ سے بیکار ہے کینا

بے چین ہوں، مرنے کی رضا دیجئے آقا
ایوبؑ کا صبر۔ آج دکھا دیجئے آقا

سرور نے کہا بیٹے کو۔ سینہ سے لگا کر　　مادر سے، پھوپھی سے تو رضا لو میرے دلبر
اٹھارہ برس پالا ہے تم کو علی اکبرؑ　　مختار ہیں جب وہ تو رضا دو انہیں کیونکر

اس آتش فرقت سے، جگر پھکتا ہے بیٹا
آنسو نہ بہاؤ، میرا دم رکتا ہے بیٹا

یہ سُن کے، پھوپھی پاس گئے، خیمہ میں اکبرؑ   کی عرض کہ لاکھوں میں ہیں تنہا شہِؑ مضطر
مجبور ہیں ہم، کیسے کریں، نصرتِ سرورؑ   دیں ہم کو رضا آپ تو بنجائے مقدر

جو آپ کی مرضی، وہ پیمبرؐ کی ہے مرضی
شبیرؑ، علیؑ، فاطمہؑ، شبیرؑ کی ہے مرضی

زینبؑ نے، کلیجہ سے بھتیجے کو لگایا   پروانہ صفت گرد پھریں اور یہ سُنایا
باتوں نے تیری، دل پہ میرے تیر چلایا   اٹھارہ برس ہم نے تیرا ناز اٹھایا

دن آئے جو شادی کے تو منہ موڑ رہے ہو
تنہا ہمیں، ان ظالموں میں چھوڑ رہے ہو

ارمان یہ تھا دل میں، تمہیں دولہا بناتے   پھولوں نہ سماتے، جو دولھن بیاہ کے لاتے
افسوس میرے دل میں، یہ وسواس ہیں آتے   کیا ہوگا، سنونگی جو تمہیں برچھیاں کھاتے

مر جاؤں گی، مرنے کا نہ تم نام لو بیٹا
پیری میں دلِ شاہِ زمن تھام لو بیٹا

پھر بانوئے مضطر سے یہ بولے علی اکبرؑ   نرغے میں لعینوں کے گھرے ہیں شہِؑ صفدرؑ
اب جوڑ کے ہاتھوں کو، میں گرتا ہوں قدم پر   بس آپ بھی روکیں نہ مجھے، بہرِ پیمبرؐ

ہے وقت سخاوت کا، رضا دیجئے اماں
ذلت سے مجھے آپ بچا لیجئے اماں

کچھ پھول تو ایسے ہیں جو شاخوں میں ہیں ملتے   کچھ ایسے ہیں جو سوکھ کے گلشن میں ہیں گرتے
کچھ ایسے ہیں غنچے جو چمن میں نہیں کھلتے   کچھ ایسے ہیں جو بادِ صبا سے نہیں ہلتے

باکار بنانے سے، باکار وہی ہے
ہر چیز کا بس، مالک و مختار وہی ہے

روکر کہا بانو نے، کہ قربان ہو مادر — باتوں سے تری لگتی نہیں چھریاں میرے دلبر
میں پوچھتی، اولاد تری ہوتی جو دلبر — کیا دل پہ گزرتی ہے بتا تو علی اکبرؑ
تم بھی ہو تصدق، علی اصغر بھی تصدق
امت کے لیے، عابدؑ مضطر بھی تصدق

شبیرؑ نے فرمایا کہ اکبر تو سُنیں گے — یہ جلد جہاں سے سوئے خلد کریں گے
سینہ پہ سناں کھا کے، لہو میں یہ بھرینگے — دو ان کو رضا یہ نہ رکیں گے نہ رکیں گے
بعد ان کے مجھے شمر لعیں قتل کریگا
لاشہ مرا، بے گور و کفن، رن میں رہیگا

یہ سن کے، ہوئے شاد، مثالِ گلِ خنداں — تسلیم کو بابا کی جھکے، بادلِ شاداں
آواز دی ہاتف نے چلا شیرِ نیستاں — خیمے سے برآمد ہوئے، مثلِ رستمِ مرداں
گھوڑے پہ چڑھے، ہاتھ رکھا تیغ دودم پر
اک برق غم و یاس گری شاہِ اُمم پر

میداں کی طرف اسپ چلا بھر کے طرارا — بے چین تھا یوں جیسے کہ آتش پہ ہو پارا
کرتا تھا کنکھیوں سے یہ بجلی کو اشارا — گر ہو سکے، کچھ دور ہی دے ساتھ ہمارا
اب مجھ سا کوئی اسپ زمانہ میں نہیں ہے
ٹاپوں سے میری کانپتی مقتل کی زمیں ہے

چل سکتی نہیں ساتھ، نسیم سحری بھی — شرمندہ میری چال سے ہے، کبک دری بھی
آسکتی نہیں پاس مرے اڑ کے پری بھی — ہو سکتی نہیں طاؤس کی کچھ جلوہ گری بھی
ہے شور چھلاوہ ہے، مگر اسپ نہیں ہے
اور ٹاپوں سے گھبرائی ہوئی گاؤ زمیں ہے

جب تیغ بکف دشت میں پہونچے علی اکبرؑ　　سمجھے یہ لعین - آئے ہیں جنت سے پیمبرؐ
تھی ساری زمین عنبرِ زلفوں کی خوشبو سے معطر　　رہوار کو چمکار کے کہنے لگا یہ اودر
ہو آرزوئے مرگ جسے سامنے آئے
پیاسے سے لڑے، اور ہنرِ جنگ دکھائے

تا دیر رہا منتظرِ جنگ، وہ غازی　　رکتا نہ تھا روکے سے یہ چنچل ایسا تھا تازی
دل سے یہ دعا کرتا تھا، وہ حق کا نمازی　　دنیا میں سلامت رہیں، بس شاہِ حجازی
غصہ تھا عیاں چہرے سے خاموش کھڑے تھے
کون آتا ہے، لڑنیکے لئے دیکھ رہے تھے

کوئی نہ بڑھا جب، تو یہ خود بڑھ کے پکارے　　کیا لاف و گزاف ہو گئی تم لوگوں کے سارے
اس پیاسے پر، دیکھو ہنرِ جنگ ہمارے　　ہوشیار ہو، در آتے ہیں، لشکر میں تمہارے
لو کرتا ہوں میں وار، میرے وار کو روکو
گر مرد ہو، بڑھ کر، میری تلوار کو روکو

یہ کہہ کے بڑھا تیر، چلی تیغ دوپیکر　　بے دینوں کے سر گرتے تھے کٹ کٹ کے زمیں پر
روباہ صفت، بھاگتا تھا، شام کا لشکر　　ہنس ہنس کے یہ فرماتے تھے ہمشکلِ پیمبرؐ
قتلِ شہِ مظلوم کے سامان کہاں ہیں
وہ فوج کہاں ہے، وہ پہلوان کہاں ہیں

تا دیر لڑا پیاس میں جب دلبرِ شبیرؑ　　زخمی ہوا، تلواریں پڑیں اور پڑے تیر
یہ دیکھ کے، لڑنیکو چلا اک یلِ بے پیر　　تھا ہاتھ میں نیزا لئے اور داب میں شمشیر
تعریف و ثنا اپنی، وہ کرتا ہوا آیا
اکبرؑ کے مقابل، وہ گرجتا ہوا آیا

ساقی نامہ

مے پینے کو بیچین ہے، ساقی ترا میخوار — دے جام مجھے جلد، کہ چلنے کو ہے تلوار
دنیا کی شرابوں سے نہیں کچھ بھی سروکار — رضواں نے جو کھینچی ہو وہی ہے مجھے درکار

وہ چاہیئے مے، نشہ چلا جاتا ہے جس سے
او پیتے ہی، بیہوش کو ہوش آتا ہے جس سے

کوثر سے کھنگالے ہوئے اک جام میں لا دے — مرتا ہوں پلا مے کے مجھے جلد جلا دے
اس کام کا ساقی، تجھے اللہ صلہ دے — ساغر کی بھی حاجت نہیں چلّو سے پلا دے

رُخ سوئے نجف ہے، میرے سرشار کا یا تی
ہے نام بھی حیدر، ترے میخوار کا ساقی

آدمؑ کو جو دی خالق کوثر نے وہی مے — عیسیٰؑ کو عطا کی تھی جو داور نے وہی مے
چکھتا ہے جسے خضرؑ سے رہبر نے وہی مے — جو عرش پہ لی، جا کے پیمبرؐ نے وہی مے

تھا کون نبیؑ جس کے نہ یہ ساتھ میں آئی
موسیٰ کے لئے بن کے چمک ہاتھ میں آئی

جس کے لئے رضوان ترستا ہے، وہی مے — میخانہ میں مینھ جسکا برستا ہے وہی مے
میخوار جسے پیتے ہی، ہنستا ہے وہی مے — اور نرخ بھی، بازار سے سستا ہے وہی مے

اشکوں کے عوض، رند کو ملجاتی ہے یہ مے
اور راستہ فردوس کا دکھلاتی ہے یہ مے

ہر رند ہے خوش، جام جو ملتے ہیں لگاتار — انگڑائیاں لے لیکے پیئے جاتا ہے میخوار
میداں کی طرف دیکھ کے چلایا وہ ایک بار — پینے میں رہے ہم، وہاں چلنے لگی تلوار

وہ دیکھو، بڑھا، تیغ اٹھائے ہوئے ظالم
اور ڈھال سے سر اپنا بچائے ہوئے ظالم

ظالم نے، قریب آتے ہی، نیزے کا کیا وار — اکبرؑ نے اَنی تھام کے جھٹکا دیا ایک بار
بیدین کا ہاتھ اور کلائی ہوئی بے کار — میدان سے منھ موڑ کے بھاگا وہ ستم گار
فرمایا یہ اکبرؑ نے، کہاں جاتا ہے ظالم
کیوں موت سے تو اسقدر گھبراتا ہے ظالم

شہزادے کے الفاظ سے، غیرت اُسے آئی — یا موت اُسے گھیر کے، پھر سامنے لائی
ظالم نے، بڑے جوش میں، تلوار اٹھائی — اور بڑھ کے، سرِ اکبرؑ مہرو پہ، لگائی
تھی پاس سپر، پر نہ اُسے ڈھال پہ روکا
شہزادے نے، تلوار کو تلوار پہ روکا

پھر شیر نے بھی، غیض میں تلوار اٹھائی — ظالم نے سپر سر کے بچانے کو اٹھائی
بڑھ کر، علی اکبرؑ نے کمر پر جو لگائی — فی الفور ہوئی، ظالمِ بزدل کی صفائی
اِک وار میں دو ہو کے گرا، خانۂ زیں سے
احسنت کا اک شور اٹھا، لشکرِ کیں سے

کیا وار کیا، بڑھ کے یہ سرورؑ نے صدا دی — تسلیم کو، بابا کی، جھکا تھا ابھی غازی
سینہ پہ سناں، ابنِ انس نے جو لگا دی — فوجوں میں لئے پھرتا تھا، شہزادے کو تازی
سنبھلا نہ گیا، گر پڑے گھوڑے سے زمیں پر
بہہ بہہ کے لہو آ رہا تھا سر سے جبیں پر

میدان میں، دل پکڑے جو پہونچے شہِ مضطر — دیکھا کہ تڑپتے ہیں، زمیں پر، علی اکبرؑ
اِک ہاتھ کلیجہ پہ ہے اور ایک جگر پر — کہتے ہیں، جگر تھامے، یا سبطِ پیمبرؐ
پامال ہمیں کرنے کے سامان ہوئے ہیں
ہے ہم کو خوشی، آپ پر قربان ہوئے ہیں

بیتابی میں، دلبند سے لپٹے شہ دلگیر — سینہ سے پناں کھینچ کے رونے لگے شبیرؑ
کہتے تھے، قضا سے نہیں چلتی کوئی تدبیر — کیا قہر ہے، مرجائے جواں، جیتا رہے پیر
سرورؑ نے چمن اپنا اُجڑتے ہوئے دیکھا
دم پسر کا، آنکھوں سے، نکلتے ہوئے دیکھا

رونے لگیں سب بیبیاں، خیمہ میں بصد غم — زینبؑ نے کہا، کیا ہوا، کس کا ہے یہ ماتم
ہمشکلِ پیمبرؐ کو رکھے خالقِ عالم — اور باقی جہان میں رہے بھائی کا میرے دم
کرتی ہوں محمدؐ کی نہ میں عون کی باتیں
ذکرِ علیؑ اکبر میں، بسر ہوتی ہیں راتیں

ہمشیر یہ کہتی تھیں، جو شہ خیمہ میں آئے — اور لاشِ پسر، خون میں ڈوبی ہوئی لائے
سر پیٹ کے زینبؑ نے کہا، مر گئے ہائے — تلواریں پڑیں، زخم لگا، خون میں نہائے
خاموش ہو کیوں، منھ سے تو بولو علی اکبرؑ
میں صدقے گئی، آنکھیں تو کھولو علی اکبرؑ

کیوں روٹھے ہو، کچھ تو کہو، اے گیسوؤں والے — اس چاند سے سینہ پہ لگے ظلم کے بھالے
ارمان میرے دل میں جو تھے، خوب نکالے — خالق سے مجھے دنیا سے بہت جلد اٹھالے
خونِ دلِ صد چاک کے پینے کا مزا کیا
مرجائے جواں لال تو جینے کا مزا کیا

میں کب سے جگاتی ہوں، خبر کچھ بھی نہیں ہے — ماں باپ کے رونے کا اثر کچھ بھی نہیں ہے
مادر کے تڑپنے پہ نظر، کچھ بھی نہیں ہے — واری میری محنت کا ثمر کچھ بھی نہیں ہے
دل میرا تڑپتا ہے میری جان اب اٹھو
سینہ سے لپٹ جاؤں میں قربان اب اٹھو

خاموش ہو، "حیدر" ہے بپا بزم میں کہرام ۔۔۔ رونے سے عزاداروں کے ہے حشر کا ہنگام
کرتا ہوں یہ خالق سے دعا ہر سحر و شام ۔۔۔ شبیرؑ کے مداحوں میں ہو جائے مرا نام

بندش بھی ہے چست اور مضامین بھی جلی ہیں
موتی یہ پئے نذر حسینؑ ابن علی ہیں
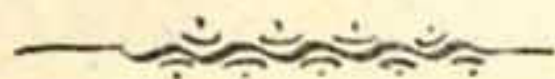
مرثیہ در حالِ حضرتِ حُر

مومنو۔ مرتبۂ حرِ دلاور دیکھو — خاک سے پاک ہوا لطفِ پیمبر دیکھو
نارِ دوزخ سے بچا۔ اُلفتِ حیدر دیکھو — ذرّے سے مہر ہوا بخششِ سرور دیکھو

خدمتِ شاہ میں آیا تو بہت شاد ہوا
نام تھا حُر۔ تو ہر اک بند سے آزاد ہوا

دہمِ ماہِ محرم کو پریشاں اٹھا — کی تھی جو بے ادبی شہ سے پشیماں اٹھا
رات بھر سو نہ سکا مضطر و گریاں اٹھا — شاہ کے لطف و کرم کا وہ ثنا خواں اٹھا

خدمتِ شاہ میں جاتا ہوں پسر سے بولا
اُن سے۔ فردوس بھی پاتا ہوں پسر سے بولا

میرا دل لگتا نہیں۔ کفر کی سرکاروں میں — چھوڑ کر نوکری۔ اب جاتا ہوں دینداروں میں
رک نہیں سکتا میں دم بھر بھی جفاکاروں میں — آتا ہوں لیکے رضا جنگ کی بدکاروں میں

تیری تلوار۔ لعینوں کا گلا کاٹے گی
اور سب ہنس ہنس کے۔ لہو ظالموں کا چاٹیگی

تجھ کو تقدیر بنانا ہو تو چل میرے ساتھ — ظلمتِ کفر سے اب جلد نکل میرے ساتھ
تیری تقدیر بھی ہوئیگی بدل میرے ساتھ — دیکھنا۔ ہوئیگا جنت میں تو کل میرے ساتھ

ہے تمنا یہ میری خلد میں آرام کرو
شاہ پہ جان دو۔ اسلام کا کچھ کام کرو

حُر نے کی عرض پسر سے کہ ابھی چلتا ہوں — ظلم کرتے ہیں ستمگار تو۔ میں جلتا ہوں
کچھ نہیں بس میں میرے ہاتھوں کو میں ملتا ہوں — بے سزا ان کو دئیے کب میں بھلا ٹلتا ہوں

سر گرے گا۔ لاشوں سے بے دینوں کے پٹ جائیگا
ان کا خون سر [illegible] میری شمشیر میں بٹ جائیگا

اتنے میں حُرؑ کے قریب آ کے کہا بھائی نے — نکلوں کس طرح میں گھیرا ہے جو رسوائی نے

کیوں بھلایا ہے مجھے شاہ کے شیدائی نے — ہوں فدا شہ پہ۔ یہ سمجھایا ہے دانائی نے

خوف ہے مجھ کو جہنم کا پریشان ہوں میں

ہے تمنا یہ میری شاہ پہ قربان ہوں میں

باتیں آپس میں یہ ہوتی تھیں کہ آ پہنچا غلام — اور ادب سے حرِ غازی کو کیا اس نے سلام

عرض کی اس نے۔ کہ میں بھی ہوں شہِ دین کا غلام — کام بن جائے مرا آئے جو جاں ان کے کام

الفتِ شاہِ زمن سے ہے بھرا دل میرا

خون سرور میں اب ہوئیگا شامل میرا

نذرِ جاں کرنے سے۔ جنت ہوگی قسمت میری — ورنہ کیا چیز ہوں میں کیا ہے حقیقت میری

ساری اقلیم میں۔ ہو جائیگی عزت میری — یہی انعام ہے میرا۔ یہی جنت میری

نہیں جنت میں۔ غلاموں کا ٹھکانا کوئی

پاؤں فردوس۔ نہیں ایسا بہانا کوئی

حر نے فرمایا نہیں باتیں یہ زیبا تجھ کو — دینگے فردوس میں جا دیکھنا آقا تجھ کو

اور دوزخ سے بچالیں گے مسیحا تجھکو — دینگے جنت میں کوئی قصر بھی اچھا تجھکو

چل میرے ساتھ سوئے سبطِ پیمبر بھائی

فاطمہ شاد ہوں مسرور ہوں حیدر بھائی

اتنے میں آیا وہاں حاکمِ شامی کا غلام — پہلے اس نے کیا۔ جھک کر یہ ادب حُرؑ کو سلام

پھر کہا اس نے، بلاتا ہے۔ ابھی حاکمِ شام — چلئے ہمراہ مرے ہے یہی ان کا پیغام

کیا عجب آپ کو سردارئ لشکر مل جائے

ہم کو انعام بھی پھر حسبِ دلاور مل جائے

تیغ کو تول کے، ہمراہ چلا خستہ جری — شیر کی طرح، نظر سمت فوج ستمگاریہ کی
راہِ سردار کے خیمہ کی، بہ تعجیل جو لی — سرخ آنکھیں ہوئیں اور خون میں آئی تیزی

پردہ خیمہ کا اٹھا کر، ہوا داخل غازی
اور کہا۔ اب ہیں اس فوج میں شامل غازی

ہنس کے بولا عمر سعد یہ غصہ کیسا — تمہیں اس حال میں میں نے نہیں تجھ کو دیکھا
تجھ کو کل فوج کا اس وقت سے سردار کیا — قتل عباسؑ کو کرنا، ہو تیرا نام بڑا

میں نے دیکھی ہے کئی بار لڑائی تیری
قتل شبیرؑ ہوں، پوری ہو تمنا میری

مجھ سے تو عہدہ بھی لے اپنا انعام بھی لے ۔۔۔ ہوش کیوں کھوتا ہے اب عقل سے کچھ کام بھی لے
بیر کے خادم سے بھرا پانی کا اک جام بھی لے ۔۔۔ قتل شبیرؑ کو کر اور پھر آرام بھی لے
آج دنیا میں نہیں تجھ سا بہادر کوئی
تجھ سے ہو سکتا نہیں جنگ میں سربر کوئی

(مُلاحِظہ ہو)

تین دن سے رفقائے شہ دیں پیاسے ہیں ۔۔۔ بیبیاں پیاسی ہیں اور سارے مکیں پیاسے ہیں
ماہرو، غنچہ دہن، زہراؑ جبیں پیاسے ہیں ۔۔۔ ذکر کیا اوروں کا خود قبلۂ دیں پیاسے ہیں
تشنہ لب کیسے بھلا جنگ کریں گے تجھ سے
پیاس میں سرور دیں کیسے لڑیں گے تجھ سے

بولا حرؑ غیض میں کر بند زباں نا ہنجار ۔۔۔ مجھ کو بہکاتا ہے شیطاں کی طرح او مکار
تو بھی کافر ہے جمع جتنے ہیں سب ہیں کفار ۔۔۔ ہیں حسین ابن علیؑ آج سے میرے سردار
اب تو شبیرؑ کا دامن مرے ہاتھ آیا ہے
اور فردوس کا گلشن میرے ہاتھ آیا ہے

تیری یہ فوج ہے کیا۔ اس کی حقیقت کیا ہے ۔۔۔ سامنے شاہ امم کے تیری عزت کیا ہے
تو ہے بزدل۔ تیری جان بازوں میں طاقت کیا ہے ۔۔۔ آج میں تجھ کو دکھا دونگا شجاعت کیا ہے
لے چلا۔ سوئے حسینؑ ابن علی روکے مجھے
کھینچ شمشیر دو دم بڑھ کے ذرا ٹوکے مجھے

سب تیری فوج ہے بزدل تیرے سردار ہیں کیا ۔ برچھیوں والے ہیں کیا اور کماندار ہیں کیا
سامنے میرے یہ سب فاسق و بدکار ہیں کیا ۔ شیر کے سامنے، ڈرپوک ستمگار ہیں کیا

صاعقہ ہے میری شمشیر جلا دیتی ہے
راہ دوزخ کی لعینوں کو دکھا دیتی ہے

یہ وہ بجلی ہے۔ گری جس پہ وہ بیجان ہوا ۔ دارِ فانی سے سفر جانے کا سامان ہوا
جنگ کے واسطے ۔ جو آیا پریشان ہوا ۔ ایک ہی وار میں مقتول وہ شیطان ہوا

ڈھال سے اور نہ تلوار سے یہ رکتی ہے
سرکشی کرتا ہے جو اس کی طرف جھکتی ہے

کفر کے ساتھ ۔ نہیں اب مجھے رہنا منظور ۔ کیسے رہ سکتا ہوں میں صاحبِ ایماں سے دور
نوکری کرنا نہیں تیری جو تو بخشے حور ۔ مثلِ موسیٰ نہیں کہہ سکتا۔ کہ ہو حق کا ظہور

کام مالک کا کرے، فرض ہے یہ نوکر پر
آج سے نوکری تیری ہے حری ٹھوکر پر

ساقی نامہ

حر نے نعرہ کیا! یا حیدرِ کرار مدد ۔ میرے مولا میرے آقا میرے سردار مدد
گھر ے ہیں جلادوں طرف سے جفا کار مدد ۔ میں چلا، جانبِ شہ، قاتل کفار مدد

جام کوثر مجھے مل جائے تو قوت آ جائے
میں پڑھوں نادِ علی جوشِ شجاعت آ جائے

مئے ملے مجھ کو وہی جس کو پیمبر نے پیا ۔ ہر لڑائی میں جسے مالکِ اشتر نے پیا
جس کو ہر معرکہ میں، حمزہ و جعفر نے پیا ۔ جس کو خود آپ نے بھی غزوہ خیبر میں لیا

ہے مقدر کا دھنی وہ جسے مل جاتی ہے
اس کی تاثیر سے مردے میں بھی جاں آتی ہے

یہ ہے وہ مے کہ جسے طور پہ موسیٰ نے پیا | دار پر چڑھ کے جسے حضرتِ عیسیٰ نے پیا

حکمِ خالق سے جسے آدم و حوا نے پیا | جسکو زہرا نے پیا - مریم و سارا نے پیا

چین و آرام سے دنیا میں بسر ہوتی ہے

پینے والے کی جو خالق پہ نظر ہوتی ہے

جلد مولا مجھے کوثر کا کوئی جام ملے | دور افکار ہوں اور قلب کو آرام ملے

بعد مرنے کے غلامِ شہِ دیں نام ملے | یا دِ جنت میں کوئی قصر یہ انعام ملے

مے پیوں نشہ بڑھے تیر و تبر کاٹوں میں

پہلواں قتل ہوں سردار کا سر کاٹوں میں

مے کے پینے سے نہیں بھرتی طبیعت میری | بے سبب انکار کروں ہے یہ نہیں عادت میری

پاؤں گا جام تو بڑھ جائیگی عزت میری | جنگ کو جیت کے ہو جائیگی شہرت میری

جانتے سب ہیں کہ میں ادنیٰ غلام آپکا ہوں

جنگ میں - شیرِ خدا ، لیتا میں نام آپکا ہوں

جامِ کوثر جو ملا - آگئی طاقت مجھ میں | خوں رواں ہونے لگا بڑھ گئی قوت مجھ میں

اور سمانے لگی - اس مے سے شجاعت مجھ میں | اہلِ کیں دیکھتے ہیں شیر کی ہیبت مجھ میں

تیغ سے شعلے جو نکلے وہ فنا کرکے رہے

سرِ بے دین و ستم تن سے جدا کرکے رہے

اے عمر ، جاتا ہوں میں کفر سے ایماں کیطرف | جمع ہیں لاکھوں لعیں فوجِ شیطاں کیطرف

فوج سے تیری چلا - سرورِ ذیشاں کیطرف | خار - گل ہونے چلا - سروِ گلستاں کی طرف

میری تقدیر نے دوزخ سے بچایا مجھ کو

اور جنت میں مکاں شہ نے دلایا مجھ کو

کہہ کے یہ۔ باگ کو جھٹکا دیا، گھوڑا دوڑا — حر نے۔ رُخ اپنا۔ بعجلت سوئے سرور موڑا
سامنے آیا جو۔ تبر گرز سے اس کا توڑا — سینکڑوں قتل کئے۔ کچھ کو سسکتا چھوڑا

پہونچا۔ نزد شہِ دیں تختِ سلیماں کیطرح
باندھ کر ہاتھ چلا صاحبِ ایماں کیطرح

بڑھ کے فرمایا علمدار نے کیا مطلب ہے — مثلِ گل۔ کیوں تری مرجھائی ہوئی صورت ہے
فوجِ ظالم میں۔ شجاعت کی تیری شہرت ہے — ہاتھ کیوں باندھے ہیں اے حر تیری کیا حالت ہے

میل ہو سکتا نہیں۔ کفر کا، دینداروں میں
لوٹ جا جلد یہاں سے تو ستمگاروں میں

سر جھکا کر کہا حر نے۔ کہ ہوں سرور کا غلام — کفر سے کام۔ نہ اب مجھ کو ستمگاروں سے کام
عفوِ تقصیر کو۔ حاضر یہ ہوا ہے ناکام — آپ گر کر دیں سفارش۔ میرا بن جائے کام

بولے عباسؑ کہ چل کہتا ہوں میں آقا سے
تو بھی کہنا۔ کہ خطا بخشئے اب، مولا سے

لائے خدمت میں اُسے شہ کی۔ علمدارِ جری — عرض کی۔ حر کی خطا معاف ہو، اے حق کے ولی
گر کے قدموں پہ شہِ دیں کے یہ بولا عاصی — جلد مرنے کی رضا پاؤں تمنا ہے میری

میں بھی دیکھوں کہ مقابل میرے کون آتا ہے
سارا لشکر میری شمشیر سے تھرّاتا ہے

شہ نے سینہ سے لگا کر حرِ غازی سے کہا — تیری تقصیر کو اے بھائی۔ عفو ہم نے کیا
تیری خاطر بھی نہیں ہو سکی ہم سے اصلا — تین دن سے ہے میرا اصغرِ ناداں پیاسا

جام کوثر سے تیری پیاس بجھے گی بھائی
اور جنت میں کمر تیری کھلے گی بھائی

جھک کے تسلیم کی شہ کو۔ ہوا گھوڑے پہ سوار　　پیک نے جا کے کہا فوجِ لعیں سے ہوشیار
لیکے سرور سے رضا، آتا ہے حُرِ دیندار　　گھیر لیں اُس کو ہر اِک سمت سے پیدل اسوار

مار سردار کو۔ پھر فتح تیری بھائی ہے
حُر کو۔ یہ بات علمدار نے تبلائی ہے

حُر نے۔ میدان میں آتے ہی نکالی شمشیر　　اُس طرف سے بڑھی لڑنے کے لئے فوج کثیر
دف و قرنا بجا۔ آنے لگے دیندار پہ تیر　　قتل ہونے لگے، کیا ہوتے مقابل، بے پیر

صف ہوئی ختم جو اک، دوسری کو کاٹ دیا
ایک ہی حملہ میں۔ رن لاشوں سے سب پاٹ دیا

رکتی شمشیر نہ تھی، ڈھال سے یا جوشن سے　　تن سے سر اڑ گیا اُس کا جدھر آئی سن سے
فوج میں غل تھا کہ بچو بھائیو اس ناگن سے　　خوف سے پیدل و اسوار بھی بھاگے رن سے

موت چلائی، کہاں چلتے ہو ٹھہرو ٹھہرو
مجھ سے کس طرح اماں پاتے ہو ٹھہرو ٹھہرو

اسپ کہتا تھا بھلا بچ کے کہاں جاؤ گے　　میری ٹاپوں سے، لعینو، نہ اماں پاؤ گے
بے لڑے دیکھنا، تم تیر و سناں کھاؤ گے　　بزدلی اپنی نہ تم کس طرح دکھلاؤ گے

لاشیں تم سب کی میں روندوں گا انھیں پاؤں سے
جس کو موت آتی ہے، وہ بچتا نہیں داؤں سے

بھاگو۔ بھاگو کا ہے غل۔ فوج کے سرداروں میں　　جو ہیں پیدل، وہ گھسے جاتے ہیں اسواروں میں
کیسے جانیں بچیں۔ یہ شور ہے اسواروں میں　　ہوش باقی نہیں، بے دین، جفاکاروں میں

ڈوبتا سیل میں ہو جو، اُسے ٹوکیں کیونکر
سر پہ گرتی ہو جو بجلی، اُسے روکیں کیونکر

صف سے اک پیل دماں حُر کے مقابل آیا   اور الفاظ بھی نازیبا۔ زباں پر لایا
بولا جو مجھ سے لڑا۔ اس نے یہی پھل پایا   میری تلوار سے گھائل ہوا سر کٹوایا

سر قلم کر کے ترا۔ پیش عمرؔ جاؤں گا
اور انعام بھی حاکم سے بہت پاؤں گا

حُر نے ہنس کر کہا۔ بڑھ۔ دیکھیں تجھے لعنت تیری   وار تلوار کا کر۔ دیکھ لیں طاقت تیری
فوجِ کفار میں ہے ان دنوں شہرت تیری   سر مرا کاٹ لے بڑھ جائیگی عزت تیری

میں بھی دیکھوں کہ فنِ جنگ میں تو کیسا ہے
میری شمشیر بتا دے گی ابھی جیسا ہے

وار کرنے لگا۔ وہ پیل دماں جھنجھلا کے   کبھی سینہ کبھی گردن کبھی بازو تاکے
دیا خم نے اُسے پینے کو پانی لا کے   حر کی تلوار پڑی، دُور گرا سر جا کے

غل لعینوں میں ہوا۔ دیو کو حُر نے مارا
اس پہلواں کو نہیں۔ گیو کو عمرؔ نے مارا

[ش]ہ نے آواز دی۔ اے حُرِ جری کیا کہنا   خوب کی جنگ۔ ہوا قتل شقی کیا کہنا
[ک]رتے تعریف ہیں، عباسِ علیؑ۔ کیا کہنا   ہوئے خوشنود حسنؑ اور نبیؐ کیا کہنا

جام کوثر تجھے فردوس میں دینگے بابا
اور تعریف فرشتوں سے کرینگے بابا

حُر نے جھک کر۔ شہ دلگیر کو تسلیم جو کی   سر پہ غازی کے پڑی تیغ کسی ظالم کی
آیا غش۔ گر پڑا گھوڑے سے زمیں پر غازی   دی صدا۔ آئیے امداد کو۔ عباسِ علیؑ

روح اب تن میں ٹھہرتی نہیں۔ گھبراتی ہے
خود... بخود... آنکھ میری بند ہوئی جاتی ہے

آئے ہیں۔ لینے مجھے۔ حیدرؑ صفدر مولا
پا گیا۔ کہتے ہیں جنت تو پیمبر مولا

دار فانی میں۔ مرا دل لگے۔ کیوں کر مولا
بخش دے۔ میرے گناہ خالق داور مولا

آپ کے فضل و کرم سے میری تقدیر بنی
جب فدا آپ پہ کی جان تو تدبیر بنی

شہ نے فرمایا۔ ترے پاس ابھی آتا ہوں
ساتھ اکبرؑ کو بھی عباسؑ کو بھی لاتا ہوں

کر سکا کچھ نہ تواضع تری شرماتا ہوں
[illegible] تو گھبراتا ہوں

کرنا۔ اے بھائی۔ نہ بابا سے شکایت میری
کیسا مجبور ہوں۔ دیکھی تو ہے حالت میری

حر کا سر زانوں پہ رکھ کر کہا شہ نے بولو
آئے ہیں پاس تمہارے ذرا آنکھیں کھولو

نیند گر آ رہی ہے [illegible] سے اب تم سو لو
قسمت شمر سے تقدیر کو اپنی لو

تم نے جو کام کیا اس سے علیؑ شاد ہوئے
شاد اللہ ہوا اور نبیؐ شاد ہوئے

کھول کر آنکھ۔ نظر حرؑ نے کی آقا کی طرف
مسکرایا وہ نظر پڑتے ہی مولا کی طرف

دیکھا غازی نے بس اک بار سکینہؑ کی طرف
پتلیاں رہ گئیں پھر کر شہؑ والا کی طرف

رو کے فرمایا شہ دیں نے سدھارے بھائی
ہم سے پہلے گئے۔ کوثر کے کنارے بھائی

شہ نے زینبؑ سے کہا۔ مر گیا بھائی افسوس
شاق ہے ہم کو بہت۔ اس کی جدائی افسوس

بوند پانی کی۔ نہ غمخوار نے پائی افسوس
پیشتر اس کے ہمیں موت نہ آئی افسوس

پیشتر ہم سے جناں میں وہ بہادر پہونچا
ہم یہیں رہ گئے۔ واں حرؑ دلاور پہونچا

بین زینبؑ کے تھے، مہمان کو مارا ہے ہے — بھائی پہ جان دی جنت کو سدھارا ہے ہے
بن گیا [illegible] یں کا سہارا ہے ہے — داغ یہ ہوگا انھیں کیسے گوارا ہے ہے
پہونچا فردوس میں لڑبھڑ کے عجب کام کیا
سرخرو شہ سے ہوا اور بڑا نام کیا

بیبیاں کہتی تھیں۔ تم کو اجل آئی ہے ہے — تم نے ہم سب کے لئے جان گنوائی ہے ہے
سر پہ تلوار۔ سناں سینہ پہ کھائی ہے ہے — شاق شبیرؑ کو ہے۔ تیری جدائی ہے ہے
پہونچے فردوس میں تم پانی سے سیراب ہوئے
اور یاں طفل تڑپتے رہے بے آب ہوئے

شور تھا اہل حرم میں۔ کہ ہوا قتل جری — کفر سے پاک ہوا۔ جان فدا شاہ پہ کی
قتل بیٹا بھی ہوا۔ عبد بھی۔ اور بھائی بھی — جام کوثر۔ ملا فردوس میں اور پیاس بجھی
صف ماتم ہے تیرے غم میں ہیں نالاں اے حُر
روتے ہیں تیرے لئے شاہ شہیداں اے حُر

روک اب جلد قلم۔ اہل عزا روتے ہیں — قتل پیاسا ہوا حُر اشکوں سے منھ دھوتے ہیں
جان اپنی۔ غم شبیرؑ میں سب کھوتے ہیں — پائیں فردوس صلہ تخم عمل بوتے ہیں
دیکھنا حشر میں کام آئیں آنسو۔ حیدر
ساتھ لے جائیں گے سب کو شہ خوش خو حیدر

~~~~~~
~~~~~~